"وللنفوس طب لنا ان للاجساد طبا"

"روحانی امراض کیلئے بھی ایک طب ہے جس طرح کہ جسمانی امراض کیلئے ہے" غزالی

خلاصۃ التصانیف

المعروف

نصیحت نامہ

امام غزالیؒ

مولفہ و مترجمہ

پروفیسر بھگوت دیال ورما - ایم اے، منشی فاضل، ادیب فاضل

فرگسن کالج - پونہ نمبر ۴

بالودیان پریس - پونہ (دکن)

"روحانی امراض کیلیے بھی ایک طب ہے جس طرح کہ جسمانی امراض کے لیے ہے"

امام غزالی

آسمان اخلاقیات کا ایک چمکتا ہوا ستارہ

خلاصۃ التصانیف

المعروف بہ

نصیحت نامہ امام غزالیؒ

مولفہ و مترجمہ پروفیسر بھگوت دیال ورما ایم اے، منشی فاضل ادیب فاضل

فرگسن کالج۔ پونا نمبر ۴

۶.۰" x ۹.۰" کے ۱۱۲ صفحات پر کاغذ سفید چکنا قیمت عہ (دو روپے آٹھ آنہ)

اس کتاب میں نصیحت نامہ کا فارسی متن ہے اور اردو میں بصیرت افروز مقدمہ، حیات امام غزالیؒ، مکمل ترجمہ و فرہنگ الفاظ مشکلہ اور توضیح آیات شریفہ ہیں، امام صاحب کے عہد سے متعلق دو نقشے بھی دیے گئے ہیں، انگریزی میں بھی مقدمہ اور خلاصہ نصایح دیا گیا ہے۔

امام صاحب نے اس کتاب میں فلسفۂ حیات کا خلاصہ ایسی سلیس، زود فہم اور مختصر عبارت میں لکھا ہے کہ ہر شخص اُسے تھوڑی سی دیر میں پڑھ اپنا لائحہ عمل بنا سکتا ہے اور زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے، یہ

صحیح ہیں، معانی اور تشریحات واضح ہیں۔

ہم آپکے ممنون ہیں کہ اس مفید رسالہ کو آپنے چھاپ کر ایک بند خزانہ کو وقف عام کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مزید رہنمائی فرمائے۔"

جن عالیجناب ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

(انگریزی خط کا خلاصہ)

"نصیحت نامہ" بلا، آپنے کتاب کو جس طرز سے ایڈٹ کیا ہے وہ مجھے پسند آیا۔ اس کو بہم پہنچانے اور ترجمہ کرنے میں آپنے بہت محنت کی ہے۔"

عالیجناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب ایم اے، پی ایچ، ڈی

عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

(انگریزی خط کا ترجمہ)

"آپنے امام غزالی کی اس کتاب کو شائع کرکے اسلامک کلچر کی بڑی خدمت کی ہے۔"

عالیجناب ڈاکٹر بذل الرحمن صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی،

پرنسپل اسمٰعیل یوسف کالج، جوگیشوری بمبئی

آپکی تازہ ترین تالیف "نصیحت نامہ" پر ایک نظر غائر ڈالنے کے بعد لکھ رہا ہوں۔ آپنے اپنی تمہید وغیرہ میں سیر حاصل بحث کی ہے، میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ غزالی کے اس تبرک کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ آپکی اس محنت کے بعد دنیا اس سے فائدہ اٹھائے گی۔

ماشاءاللہ تمہید خوب ہے، آپنے نہایت خوبی سے تمام ایسا مواد جمع کردیا (ا) جس سے غزالی کی اہمیت اور ان کے نصائح کی وقعت واضح ہو جائے، نقشہ جات کا اندراج بھی دلچسپی سے خالی نہیں، اردو مطبوعات میں عام طور پر ات

جواہر آبدار اور لآلی شاہوار کی لڑی آپکے دیدۂ دِل کو نور سے معمور کر دے گی۔

رائیں اور تبصرے

عالیجناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب بی اے، ایل ایل ڈی
آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو دہلی

"امام غزالیؒ کا ایک مفید اور دلچسپ رسالہ جس کا عربی نام خلاصۃ التصانیف اور فارسی نام "نصیحت نامۂ غزالیؒ" بیان کیا جاتا ہے، راجہ صاحب اوندھ کی تحریک سے پروفیسر بھگوت دیال صاحب ورما (فرگسن کالج پونا) نے اردو میں ترجمہ کر کے چھاپا ہے، فارسی متن اور اسکا انگریزی خلاصہ بھی شامل کر دیا ہے، شروع میں لائق مترجم نے ایک تمہید اور مقدمہ امام موصوف کی سیرت پہ لکھا ہے، پروفیسر ورما کی اردو تحریر دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ نہ صرف با محاورہ بلکہ ایسی اچھی منشیانہ اور علمی زبان لکھتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب اردو خواں حضرات میں مقبول ہو گی"

عالیجناب علامہ سید سلیمان صاحب ندوی
دار المصنفین، اعظم گڈھ

"آپ کی کتاب نصیحت نامۂ امام غزالی وقت پر پہنچی تھی، میں نے پڑھی بھی، گو اس کا ترجمہ پہلے بھی چھپا تھا، مگر آپنے اصل کتاب کو شائع کر کے اہل علم اور اہل ذوق پر کرم فرمایا ہے، مقدمہ اپنی جگہ پر پراز معلومات ہے اردو عبارت ماشاء اللہ بہت چست ہے، فارسی بھی درست ہے اور آیات

"وللنفوس طب لما ان للاجساد طبًا"

"روحانی امراض کیلئے بھی ایک طب ہے جس طرح کہ جسمانی امراض کیلئے" غزالی

نصائح التصانیف غزالی

۷-۹

المعروف بہ

نصیحت نامہ

امام غزالی

مولفہ و مترجمہ

پروفیسر بھگوت دیال ورما۔ ایم اے، منشی فاضل، ادیب فاضل
فرگسن کالج۔ پونہ نمبر ۴۔

بالودیان پریس۔ پونہ (دکن)

فہرست مضامین

تمہید

"نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را"
"نقشِ نگینِ خاتمِ دولت بنامِ آنکہ
درگوشِ دل نصیحتِ وے گوشوار کرد"

"جس نے اخلاق حمیدہ میں سے ایک کو بھی اختیار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا"

انسانی فطرت عجیب جذبات کا مجموعہ ہے اور انسانی زندگی ایک عجیب کشمکش کا سلسلہ ہے۔ ہر شخص کے خیالات جدا، حالات جدا، اور اس لیے مطمح نظر و مشکلات بھی جدا ہوتی ہیں۔ تاہم چونکہ فرقہ ہائے انسانی کے طبعی خیالات عنقریب یکساں ہوتے ہیں جو ہر شخص کی زندگی میں ایک ہی طرز سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہر نیک بندۂ خدا یہ خیال کرتا ہے کہ اپنے تجربوں سے دوسروں کی رہنمائی کرے اور اُن کی زندگی کے مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں مدد کرے اور اس مدعا کے لیے وہ اپنے تجربوں کا خلاصہ سپرد قلم کرتا ہے تاکہ اُسکی یادگار باقی رہے اور کوئی جویائے حق سے پڑھ کر گمراہی کے غار سے بچ جائے۔ علماء و فضلاء کے کارنامے زبانِ حال سے یہ کہتے ہیں :-

"من نہ کردم شما حذر بکنید
بر رسولان بلاغ باشد و بس۔"

"سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار - اب مانو نہ مانو خود ہو مختار"

امام غزالیؒ نے اپنی زندگی کا نہایت بیش قیمت حصہ تلاش حق میں صرف کیا تھا جس کے لیے آپ ہر طبقہ انسانی کے افراد سے ملے اور اُن سے کچھ نہ کچھ حاصل ہی کیا۔ "نصیحت نامہ" میں امام صاحب نے اپنے فلسفۂ حیات کا خلاصہ ایسی سلیس زود فہم اور مختصر عبارت میں لکھا ہے کہ ہر شخص اُسے تھوڑی سی دیر میں ہی پڑھ کر اپنا لائحہ عمل بنا سکتا ہے اور بار بار پڑھ کر اُسکے مطالب اپنے ذہن نشین کر سکتا ہے "نصیحت نامہ"

انتساب

میں اس نصیحت نامۂ امام غزالیؒ
کو نہایت ادب کے ساتھ بنام نامی جناب والا
معلی القاب شری منت بالا صاحب پنت
پرتِ ندھی بی۔ اے راجہ صاحب اوندھ کی باجازت خاص معنون کرنیکا
شرف حاصل کرتا ہوں۔

راجہ صاحب ممدوح خود ایک بلند پایہ فیلسوف ہیں۔ اور آپکی نصیحت
اور شاندار مثال صرف میرے ہی لیے نہیں۔ بلکہ لاکھوں ہندوستانیوں
کے لیے مشعل راہ ہوئی ہے اور اس نے افسردہ دلوں میں ریاضت اور
مشقت پسندی کی آگ لگادی ہے۔ آپ مشرقی تہذیب کے سچے
علمبردار ہیں اور آپکی سرپرستی کے بغیر ایک مشرقی فیلسوف کی بنائی
ہوئی یہ جواہر آبدار اور گوہر شاہوار کی لڑی اہل ذوق کے دیدہ
دل کو نور نہ پہنچا سکتی۔

نذرگذار

بھگوت دیال ورما۔ شاکر

مقدمہ

جس طرح موہنجوداڑو، ہڑپا وغیرہ مختلف مقامات کی قدیم ترین چیزیں دیکھ کر ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ زمانۂ پیشین میں انسانی تہذیب کس درجے تک پہونچ چکی تھی، اسی طرح کسی نامور عالم و فاضل مصنف کی کوئی نادر اور مفید کتاب مل جانے سے انسانی علمی ترقی کا پتہ لگتا ہے۔ سلسلۂ ادبی و علمی میں ہر قدیم مخطوطہ ایک کڑی کا کام دیتا ہے۔

نسخۂ نصیحت نامہ

ہمارا یہ نسخہ ایک ایسے متبحر ادیب اریب امام کی یادگار ہے جو نہ صرف میدان علم کے شہسوار تھے بلکہ دنیائے تصوف میں بھی مطلع انوار تھے۔ یہ ایسی کتاب ہے جو آیندہ کئی صدیوں تک بنی آدم کی رہبری و دلدہی کرتی رہے گی۔

امام غزالی کی تعریف و توصیف مستشرقین یورپ نے بھی کھول کر کی ہے۔ "مشتے نمونہ از خروارے" ہدیۂ ناظرین با تمکین ہے:—

کی اس خصوصیت کا لحاظ رکھ کر ہم نے آفات و آلام انسانی کی یہ مفید اور مجرب دوا اہل ذوق کے سامنے رکھنے کی ہمت کی ہے "گر قبول افتد زہے عز و شرف" ۔

ذی فہم اشخاص دوسرے عقلاء کے تجربوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کامیاب بناتے ہیں مگر بے سمجھ لوگ دوسروں کی نصیحتوں پر دھیان نہیں دیتے اور سفر حیات میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ انسانی فطرت جیسی امام صاحب کے زمانہ میں تھی ویسی ہی اب ہے۔ خود غرضی اور تعصب کی وبا جیسی تب مہلک تھی ویسی ہی بلکہ اُس سے بھی زیادہ روح فرسا اور جاں گزا اب ہے۔

امام صاحب نے ذاتی ترقی کا ایک سہل الحصول طریقہ ڈھونڈھ نکالا تھا اور امید ہے کہ قارئین کرام اُس طریقہ سے فائدہ اُٹھا کر بحر کائنات کے مد و جذر میں اپنی کشتی حیات کو اخلاق ذمیمہ کی خونخوار لہروں سے بچا کر نجات دارین کے ماوا تک پہنچا سکینگے۔

ہم جناب والا شرمنیت بالا صاحب پنت پرتی ندھی بی۔ اے راجہ صاحب اوندھ کے نہایت ممنون ہیں کہ آنجناب نے اس کتاب کا مخطوطہ عطا فرمایا، اسے سلسلہ پرتی ندھی میں داخل کرنے اور اسم گرامی سے معنون کرنے کی اجازت عطا کرکے عزت افزائی کی۔

اہل ذوق کو ممبران پبلیکیشن بورڈ بمبئی یونیورسٹی کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے ایک معتد بہ رقم منظور فرمائی جس سے اس کتاب کو زیور طبع پہنانے میں بڑی مدد ملی۔

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ یہاں قحط الکاتب ہونیکی وجہ سے کتابت اچھی نہ ہوسکی امید ہے کہ آپ اس عیب سے درگذر فرمائیں گے، اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ دینگے:

بخون آلودہ تیغ و دست غازی ماندہ بے تحسین
تو زیب اسپ بینی زینت برگستوان بینی

ہیچمدان
بھگوت دیال ورما

امام صاحب نے اُن کو پیش کیا ہے اگر ہر عیسائی بھی اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور دل میں جگہ دے تو مضایقہ نہیں۔"

"فلسفۂ ارسطو یا تصوف صوفیۂ کرام میں جو باتیں اچھی اور موثر تھیں وہ امام صاحب نے اسلامی علم عقاید و اخلاق میں قرینے وسلیقے سے جما دیں۔ .... آپ نے فیلسوفوں کے ہر گروہ کے خیالات اور عقاید کو غور سے پڑھکر اُن کے ذریعے مذہب کے سر پر روشنی اور رواج کا سنہرا تاج رکھا۔ امام صاحب کی نیکی، اخلاص، زہد، صدق دلی اور صاف گوئی کی وجہ سے آپ کی جملہ تصانیف و تالیفات میں چار چاند لگ گئے ہیں۔"

ہالینڈ کے مستشرق ٹ۔ ج۔ دو بوئر اپنی کتاب "ہسٹری آف فلاسفی اِن اسلام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ :—

"غزالی کی شخصیت اسلام میں سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ اُن کی تعلیم اُن کی شخصیت کی مظہر ہے۔ اُنھوں نے اِس دنیا کو سمجھنے کی بالکل کوشش نہیں کی، لیکن مذہبی مسئلہ کی تہ کو وہ اپنے ہمعصر فلسفیوں سے کہیں زیادہ پہونچے ہیں۔ .... غزالی مذہب کو اپنی قلبی واردات پر مبنی سمجھتے ہیں، وہ اُن کے نزدیک درس اور شرع دونوں سے برتر ہے، اور روحانی کیف کا نام ہے"۔ (ملاحظہ ہو "تاریخ فلسفۂ اسلام" مترجمۂ ڈاکٹر سید عابد حسین ص ۱۲۲)۔

مستشرقین یورپ کی رایوں کا نمونہ آپنے دیکھ لیا۔

مستشرقین یورپ کی رائے

امام صاحب کی تصانیف کے بارے میں مسٹر میکڈونلڈ اپنی کتاب "مسلم تھیالاجی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

" اسلامی علوم و فنون کے احیاء کی اب کوشش ہو رہی ہے - ایک دن آئے گا جب امام غزالی کا علم و فضل رنگ لائے گا - اُن کی تصانیف اِس عہد تحقیق و تدقیق میں بغور پڑھے جانے سے ایک نئی حیات بخش ہوا فضائے عالم پر چھا جائے گی " ۔ ۔ ۔ ۔ " غزالی کی ہستی تاریخِ اسلام میں بزرگترین ہے - وہ ہر امر کو نہایت سنجیدگی اور ہمدردی سے تولتا ہے - یہ عزّت صرف غزالی کو ہی حاصل ہوئی ہے "

مثل مشہور ہے :" قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری" اور " ولی را ولی می شناسد" - ڈاکٹر آگسٹ تھولک صاحب، جو خود بھی علم اخلاق اور علم کلام کے زبردست ماہر تھے، امام صاحب کی تعریف میں رقمطراز ہیں :-

" امام صاحب نے اسلام کی زیب و زینت کے لئے جملہ نیک، باعظمت، پُرشوکت اور روح پرور خیالات جو اُن کی شاندار روح نے بڑی محنت و مشقت سے اکٹھے کیے تھے نہایت مناسبت و موزونیت کے ساتھ استعمال کیے۔ قرآن پاک کی آیاتِ شریفہ کی تفسیر، توضیح و تشریح ایسی عالمیت، اخلاص اور زہد کے ساتھ کی ہے کہ جس حالت میں

کو بیجاپور میں، جو کسی زمانے میں بادشاہانِ عادل شاہیہ کا پایۂ تخت تھا، ملا تھا۔

بہت جستجو کے بعد بمصداق "جو بندہ یابندہ" دوسرا مخطوطہ مجھے لاہور کی یونیورسٹی لائبریری میں ملا۔ یعنی ایک مخطوطہ تو جنوبی ہند کی ایک ریاست میں اور دوسرا شمالی ہند کی ایک بڑی لائبریری میں ہاتھ آیا۔ اِن دونوں کی مدد سے یہ کتاب مکمل کرکے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ بعض مسائل کی وضاحت کے لیے جا بجا حواشی اضافہ کردیے گئے ہیں تاکہ نصائح دل نشیں ہوسکیں۔

شہرہ آفاق انگریزی شاعر ملٹن نے لکھا ہے:۔

ایسی کتاب کی اہمیت

"ایک اچھی کتاب ایک ایسا خزانہ ہوتا ہے جس میں مصنف اپنے دماغِ پختہ اور تجربۂ دیرینہ کا جوہر، جو ہر انسان کی ترقی کے لیے اکسیر اور گوگردِ احمر سے بھی زیادہ بیش بہا ہوتا ہے، مخزون کرتا ہے"۔

ڈاکٹر جانسن صاحب کی رائے ہے کہ:۔

"جو مصنف عام اصولوں کی وضاحت کرتا ہے، یا کہ جو ہمہ گیر صداقت کا صلح کن پیغام ہر کس و ناکس تک پہونچاتا ہے، اُس کی تصانیف اکثر و بیشتر شوق و شغف کے ساتھ پڑھی جائیں گی کیونکہ وہ ہر زمانے اور ہر ملک میں یکساں

علماء و فضلای ایشیا تو امام صاحب کو الہامی مصنف سمجھتے ہیں۔ علامہ سیوطی تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ "اگر آنحضرت سرور کائنات کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو سکتا ہے تو وہ الغزالی ہے"۔

علماء کی رائے

امام نووی، شارح صحیح مسلم، لکھتے ہیں کہ "احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہے"۔

شیخ ابو محمد کازرونی کا دعویٰ تھا کہ "اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیے جائیں تو احیاء العلوم سے میں سب کو دوبارہ زندہ کر دونگا"۔ (مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو "الغزالی" شبلی)

یہ نصیحت نامہ ایسے عدیم المثال، درویش منش صوفی اور فیلسوف کی کتاب ہے جس کی تعریف آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، اور اسی لیے ہم اسے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

اب تک اِس کتاب کے صرف دو مخطوطے ملے ہیں: ایک مخطوطہ تو عالیجناب معلی القاب شریمنت

دو مخطوطے

بالا صاحب پنت پرتی ندھی، بی۔ اے، مدظلہ، ریاست اوندھ (دکھن) کے راجا صاحب کے ذاتی کتبخانے میں ہے اور کئی قیمتی مخطوطوں میں ایک یہ بھی تھا جو راجا صاحب موصوف

موقع بہ موقع حکایتیں لکھکر مضامین کو دلکش بنایا گیا ہے جو امام صاحب کا خاص طرز ہے۔

عہدِ تصنیف

اِن دونوں مخطوطوں میں یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ امام صاحب نے یہ نصائحؒ کب لکھیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ نصائحؒ امام صاحب کی معرکہ آرا کتاب "احیاء العلوم الدین" کے بعد لکھی گئی تھیں کیونکہ اِن مخطوطوں میں اُس کتاب کی طرف جا بجا اشارے کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن تین باتوں کا بھی ذکر ہے جن کا عہد امام صاحب نے ۴۹۹ سنہ ہجری (یہ سن ۱۳ ستمبر ۱۱۰۵ء سے ۲ ستمبر ۱۱۰۶ء تک تھا) میں بمقام خلیل حضرت ابراہیم کے مزار پر حاضر ہوکر کیا تھا۔

اِس سے ثابت ہے کہ یہ کتاب امام صاحب نے اپنے تصنیف و تالیف کے آخری زمانے میں لکھی تھی اور اِسی لیے یہ زیادہ قیمتی اور قابل استحسان و اعتنا ہے۔

مسٹر براکل مین نے امام غزالی کی ستتر اور مولانا شبلی نے اٹھتر کتابوں کے نام دیے ہیں مگر ایسی کسی کتاب کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ مکرمی مولانا نواب علی صاحب' ام۔اے' نے براہ ادب نوازی مجھے اپنے کتبخانے میں سے دو کتابیں مطالعے کے لیے دی تھیں۔ ایک کا نام "ترجمۂ خلاصۃ التصانیف" تھا۔ یہ اُردو ترجمہ مولوی غوث محمد انصاری

مفید ثابت ہونگی۔

یہ نصیحت نامہ بھی امام صاحب کے فلسفے کا لُب لباب ہے۔ آپ کے ایک شاگرد نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ "جملہ علوم میں سے کونسی باتیں سب سے زیادہ مفید ہیں؟" اسی اہم سوال کے جواب میں امام صاحب نے جو چند نہایت مفید اقوال و امثال ایجاز و اختصار کے ساتھ لکھے تھے وہی اس کتاب میں مدوّن کیے گئے ہیں، گویا دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ ادبیات فارسی میں "گلشن راز" بھی ایسی ہی کتاب ہے جو علّامہ شبستری نے بعض سوالات کے جواب میں منظوم کی تھی۔ یعنی ہمارے یہ علماء ایسے پھول تھے جن پر زیادہ دباو ڈالنے سے زیادہ خوشبو نکلتی تھی۔

یہ کتاب ادبیات فارسی و اردو کے اخلاقی آسمان میں ایک بہت چمکدار ستارہ ثابت ہوگی، اور آفات و شکوک و شبہات کی اندھیری راتوں میں سالکوں کو منزل مقصود پر پہونچانے میں کارآمد ثابت ہوگی۔ اور اِس کی قدر و منزلت پندنامۂ عطّار، کریمای سعدی، وغیرہ سے کم نہ ہوگی۔ امام صاحب نے اپنی تمام ضخیم اور مفید تصانیف کا خلاصہ اس میں جمع کر دیا ہے جس کو ہر روز تھوڑی دیر میں پڑھکر روزانہ زندگی میں دلچسپی پیدا کی جا سکتی ہے۔ طرز تحریر سلیس اور مدلل ہے۔

کے اخیر میں لکھا ہے :-

"تمام شد نصیحت نامہ تصنیف حضرۃ امام غزالی مرحوم [کہ] برای شاگرد تصنیف کردہ بودند بعد سوال کہ : 'رسالہ دو جز باشد کہ ہمہ بامداد بخوانم و بعمل درآرم' - والاتفاق حسنہ آنکہ این رسالہ ہم قریب دو جز ہست" - تمام شد خلاصۃ التصانیف امام محمد غزالی رحمہ اللہ - مقابلہ کردہ شد۔
الحمد للہ کہ نسخہ ہذا بفضل ایزد منان بروز شنبہ واقعہ بتاریخ ۱۸ بھادوں سمبت ۱۹۲۳ - مطابق یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء و ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ہجری نبوی صورت اختتام یافت - حسب فرمودہ مخدومی معظمی جناب قبلہ و کعبہ دو جہان مولوی صاحب مولوی غلام حسین جیو تحریر شد - بقلم ناقص رقم بندہ ..... "

اوندہ کے مخطوطے پر ایسی کوئی عبارت نہیں لکھی ہے جس سے یہ پتہ لگے کہ وہ کب اور کہاں نقل کیا گیا تھا۔

امام صاحب زبردست مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف کا حساب لگانے سے ہر روز کی تصنیف کا اوسط ۱۶ صفحات معلوم ہوا ہے۔ "این سعادت بزور بازو نیست"۔ ممکن ہے آپ کے صدہا شاگردوں* میں سے کسی نے آپ سے عرض کی ہو کہ بندے کو چند خاص نصائح عطا ہوں اور اُستادِ شفیق نے یہ نصائح موسوم بہ "خلاصۃ التصانیف" جو اسم بامسمیٰ ہے اُس شاگرد رشید کے لیے لکھی ہوں۔

امام صاحب کی مکمل ترین کتاب 'آپ کا شاہکار'

* امام صاحب کے شاگرد طوس میں ۱۵۰ تھے اور نظامیہ کالج بغداد میں ۳۰۰ تھے۔

فرخ آبادی نے ۱۸۹۵ء میں کتابی صورت میں شایع کیا تھا۔
مگر مولوی صاحب نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اُن کو اصل فارسی
کتاب "خلاصۃ التصانیف" کس جگہ ملی تھی اور اُسے کس نے
اور کہاں نقل کیا تھا۔ دوسری کتاب ایک رسالہ بنام
"اتحاد" تھا جس میں سید برکات احمد صاحب لکھنوی
نے ۱۸۹۲ء میں اِسی کتاب کا اردو ترجمہ شایع کیا تھا مگر
اُنھوں نے بھی اصل کتاب کا کوئی حال نہیں لکھا تھا۔
یہ دونوں ترجمے ہمارے مخطوطوں سے اکثر و بیشتر
مقامات پر مطابق آتے ہیں۔ بعض جگہ چند الفاظ میں
فرق ہے، مگر وہ قابل التفات نہیں۔

ان کے علاوہ ۱۹۲۴ء میں جناب زکی مبارک نے
جو کتاب جامعۃ المصریۃ میں 'دکتور فی الآداب' کی ڈگری
کے لیے پیش کی تھی، اُس کا نام "الاخلاق
عند الغزالی" ہے۔ اُس میں بھی صفحہ ۳۳۴
پر زیر عنوان 'المراجع' ایک کتاب بنام
"خلاصۃ التصانیف" امام غزالی کی مؤلفات میں سے دی ہے۔

ایک عربی کتاب

وجوہات مندرجہ صدر سے ثابت ہے کہ اِن مخطوطوں
کا اصلی نام "خلاصۃ التصانیف" ہے اگرچہ اوندھ کے
مخطوطے پر "پندنامہ" اور لاہور کے مخطوطے پر "نصیحت نامہ"
لکھا ہے۔ مؤخر الذکر مخطوطہ ۱۸۶۶ء میں نقل کیا گیا تھا۔ اُس

میں بھی اُس مقام پر جہاں امام صاحب اپنے شاگرد کو سمجھاتے ہیں کہ "علم بی عمل ضلال" وہاں دو مثالیں استعمال کی ہیں :-

پہلی مثال :- "فرض کرو ایک شخص کے پاس دس تیغ براں ہیں اور ایک شیر اُس پر حملہ آور ہوتا ہے، تو جب تک وہ شخص اُن تلواروں کو استعمال نہ کرے گا تب تک اس کا وجود و عدم برابر ہوگا۔ وہ تلوار نہ چلائے اور شیر وہاں سے چلا جائے یہ محال ہے"۔

دوسری مثال :- "فرض کرو ایک شخص بیمار ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ فلاں دوا کھانے سے اُسے صحت حاصل ہوگی، لیکن جب تک وہ شخص وہ دوا نہ کھائے گا تب تک اُس کی بیماری دفع نہ ہوگی؛ اُس علم سے اُسے کچھ فایدہ نہ ہوگا"۔

امام صاحب نے اپنے ایک عربی خط میں بھی یہی مثالیں دی ہیں اور یہ سمجھایا ہے کہ اگر سینکڑوں برس کوئی شخص صرف علم ہی حاصل کرتا رہے اور اُس پر عمل نہ کرے تو وہ کبھی پاک پروردگار کے حضور پُرنور میں نہیں پہونچ سکتا۔

مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ "کوئی شخص اگر امام صاحب کے تمام حالات اور خیالات کو غور کی نگاہ سے دیکھے تو اس کو صاف نظر آئے گا کہ امام صاحب کو سب سے زیادہ جس چیز کا رونا ہے وہ علماء کی حالت ہے۔ یہ آگ اُن کے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ ذرا سی تحریک سے فوراً بھڑک اٹھتی ہے۔ کسی قسم کا ذکر ہو، کوئی بحث ہو، کوئی تذکرہ ہو، یہ پُردرد ترانہ خواہ مخواہ اُن کی زبان پر آجاتا ہے۔

"اِحیاء العلوم الدین" عربی میں ہے - اِس کے بعد جتنی کتابیں آپ نے لکھیں اُن میں وضاحت کے لیے اِسی شاہکار، اِسی قاموس العلوم کی طرف اشارہ کیا ہے - اسی لحاظ سے ہماری اِس کتاب میں بھی تین جگہ "اِحیاء" کی طرف اِشارہ کیا ہے - اور اپنی دوسری کتابوں کے مضامین کے خلاصے دیے ہیں -

داخلی ثبوت

امام صاحب کا خاص طرز استدلال یہ ہے کہ اخلاقی نکات کی تشریح و توضیح کے لیے آپ امثال و حکایات پیش کرتے ہیں - یہی طرز اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے -

"اِحیاء" میں امام صاحب نے جس مقام پر معاذ اللّٰہ کے اصلی معنی پر روشنی ڈالی ہے وہاں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جو لوگ یہ الفاظ بلا سوچے سمجھے استعمال کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص بیابان میں جا رہا ہو اور یکایک شیر سے مقابلہ ہو اور اُس کے پاس ہی ایک قلعہ ہو جہاں جا کر وہ اپنی جانِ شیریں اس خونخوار جانور سے بچا سکتا ہو، لیکن اگر وہ وہیں کھڑا رہے اور کہے کہ "مَیں قلعے میں پناہ چاہتا ہوں" - مگر ایک قدم بھی اُس قلعے کی طرف جانے کے لیے نہ اُٹھائے تو آپ ہی انصاف کیجئے کہ اِن بے معنی الفاظ کے کہنے سے اُسے کیا فایدہ حاصل ہو گا" - ہماری کتاب

تھا کہ "آپ میرے نکات کو نہیں سمجھ سکتے اور اس لیئے مجھے غلط کہہ رہے ہیں، مگر چونکہ آپ بزرگ ہیں اس لیئے میں اب آپ سے کچھ زیادہ عرض نہ کرونگا اور بحث بند کرتا ہوں۔" ["تذکرۃ الشعراء" - مصنفہٗ دولت شاہ - طبقہ دوم]

یہ کتاب فارسی میں لکھی گئی ہے، مگر جا بجا عربی کے فقرے، آیات قرآنی اور احادیث مدلل طریقے پر استعمال کی گئی ہیں۔ یہی طرز امام صاحب نے اپنی دوسری فارسی میں لکھی ہوئی کتابوں میں اختیار کیا ہے۔

خصوصیات

اس نصیحت نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ آیات اور احادیث کی امداد سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ:

"دوسرے کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں"۔ اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لیئے اس سے بڑھکر کوئی دوسری نصیحت فی زمانناً نہیں ہوسکتی۔

یہ کتاب مبتدی اور متبحر دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید ثابت ہوسکتی ہے، کیونکہ یہ نصائح امام صاحب نے اپنے شاگردوں کے لیے لکھی تھیں جو بذات خود آسمانِ علم کے ماہتاب تھے۔ اور جن امور پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر منزل میں رونما ہوتے ہیں۔

اس خزینۂ نصائح کا ترجمہ اردو میں اور خلاصہ

اور "احیاء العلوم" تو سراپا اسی نوحہ سے لبریز ہے" - [الغزالی ص۱۱۹]
نصیحت نامے میں بھی علماء کے عیوب کا ذکر آیا ہے
اور امام صاحب نے اُن عیوب سے بچنے کا راستہ بھی بتایا ہے -
اس مضمون کے بعد "احیاء" میں **تصوف کا بیان**
امام صاحب نے بڑے سوز و گداز کے ساتھ لکھا ہے اور
ہماری کتاب بھی اس بیان سے مزین ہے -
واعظ کو جو نصیحتیں کی ہیں وہ امام صاحب کے ذاتی تجربے پر مبنی ہیں - ایک زمانے میں اُنھیں حاضرین جلسہ
کی تعریف کی بہت خواہش تھی [" المنقذ من الضلال " ملاحظہ ہو]
مگر کچھ عرصے بعد اُن کے بحر خیالات میں ایک طوفان عظیم
موجزن ہوا اور امام صاحب نے اِس خواہش کو بیخ و بن
سے نکال پھینکا - " این کار از تو آید و مردان چنین کنند" -
اس تہذیب و تبدیلی کے بعد امام صاحب فرمایا کرتے تھے
" جو لوگ نمایشی تعریف و توصیف پر جان دیتے ہیں وہ
ایسے زاہد ہیں جن کے خدا وہ خود ہیں" - [ملاحظہ ہو "مشکاۃ الانوار"]
' مناظرہ ' کے بیان میں ہماری کتاب میں لکھا ہے
کہ " جب تم دیکھو کہ تم سچے ہو اور باوجود اِس کے فریق مقابل
گستاخی کر رہا ہے تو تم اس کے ساتھ بحث نہ کرو " - یہ قیمتی پند
ہمیں اس واقعہ کی یاد دلاتی ہے جب امام صاحب نے
اسعد مہینہ کو سلطان محمد کے دربار میں جواب ساکت دیا

حیات امام غزالی

نام و ولادت

امام صاحب* کا نام نامی 'محمد' عرف 'غزالی' و لقب 'حجۃ الاسلام' ہے۔ بعض مصنفین نے آپ کا اسم گرامی 'ابو حامد الغزالی' لکھا ہے۔ آپ طابران میں [بقول مولانا شبلی] اور طوس میں [بقول دیگر مؤلفین] ۴۵۰ھ ہجری (یہ سن ۲۸۔فروری ۱۰۵۸ء سے ۱۷۔فروری ۱۰۵۹ء تک رہا) میں پیدا ہوئے۔

---

* اس مضمون کا مواد مولانا شبلی کی قیمتی تالیف "الغزالی" سے اخذ کیا گیا ہے اور دیگر مؤلفین کی کتابوں سے بھی جا بجا مدد لی گئی ہے۔ ان کتابوں میں جو تاریخیں دی گئی ہیں وہ زیادہ تر ہجری سن کے مطابق ہیں۔ چونکہ آجکل عیسوی سن کا رواج ہے اس لیے ہم نے قارئین کرام کی سہولیت کے لیے ہجری تاریخ کے ساتھ ساتھ عیسوی سن و مہینہ بھی "انڈین ایفیمرس" مطبوعہ مدراس An Indian Ephemeris by L. D. S. PILLAI کی مدد سے لکھ دیا ہے۔
حاشیے میں جا بجا مولانا شبلی کی کتاب "الغزالی" کا حوالہ دیا گیا ہے اور مزید تحقیقات کے لیے صفحات کی بھی تشریح کر دی گئی ہے۔ جو کتاب ہم نے استعمال کی ہے وہ "رنگین پریس۔ دہلی" میں ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی۔

انگریزی میں شایع کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ اردو خواں اور انگریزی داں اصحاب بھی اِن درخشاں جواہر ریزوں کی آب و تاب سے اپنے خانۂ دل کو زینت دے سکیں۔

اگر کسی سالکِ راہ حق کو اس سے کچھ فایدہ اور سعادتِ دارین حاصل ہوا تو اِن مساعی کو بارآور اور کامیاب سمجھوں گا۔

"من ایستادہ ام اینک بہ خدمتت مشغول
مرا ازان چہ کہ خدمت قبول یا نہ قبول"

بھگوت دیال وریا (سکینہ) شاکر

تو ایک محقق کا دل و دماغ پایا تھا۔

جرجان میں تحصیل علم سے فارغ ہوکر امام صاحب وطن مالوف 'طوس' کو واپس آرہے تھے کہ راہ میں ڈاکہ پڑا اور آپ کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا۔ اس میں وہ "تعلیقات" (اُستادوں کی تقریروں کی یادداشت وخلاصے) بھی لٹ گئی تھیں جو امام ابونصر نے لکھوائی تھیں۔

ایک قزاق کے طعنے کا اثر

امام صاحب نے ڈاکوؤں کے سردار سے اپنی "تعلیقات" مانگیں تو وہ ہنس پڑا اور کہا "علم درسینہ نہ درسفینہ"۔ اور کاغذات واپس دیدیے۔ امام صاحب نے اس واقعہ سے متاثر ہوکر وطن پہونچکر تین برس میں وہ یادداشتیں زبانی یاد کرلیں اور اُن مسائل کے حافظ بن گئے۔

اس کے بعد آپ نیشاپور گئے اور امام الحرمین کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ اور اتنی محنت وجانفشانی سے نوشت وخواند میں مصروف ومنہمک رہے کہ "گرو تو گڑ ہی رہ گئے چیلہ شکّر ہو گئے"۔

۴۷۸ھ ہجری (یہ سن ۲۹۔ اپریل ۱۰۸۵ء سے ۱۸۔ اپریل ۱۰۸۶ء تک تھا) میں امام الحرمین نے اس جہان فانی سے رحلت کی۔ تو اُن کے شاگرد رشید امام غزالی نے نیشاپور سے سلطان ملکشاہ کے لشکر کی طرف رُخ کیا۔ اِس وقت امام صاحب

امام صاحب کے والد بزرگوار رشتہ فروش تھے۔ اور اسی مناسبت سے آپ کا خاندان "غزالی" کہلاتا تھا' کیونکہ 'غزل' کے معنی 'کاتنے' کے ہیں۔ السبکی نے "طبقات الشافعیۃ" میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے والد ماجد اکثر بارگاہ ایزدی میں دعا کیا کرتے تھے کہ "مجھے واعظ بیٹا عطا کر۔" زمانہ شاہد ہے کہ اُن کی دُعا سُن کر فرشتے "آمین۔ ثم آمین" کہا کرتے تھے۔

غزالی کی وجہ تسمیہ

امام صاحب کے سر سے عاطفت پدری کا سایہ بچپن میں ہی اٹھ گیا تھا اور ایک بزرگ نے جو امام صاحب کے والد کے دوست تھے آپ کو تعلیم دلائی تھی مسٹر کلاڈ فیلڈ، گارڈنر، میکڈونلڈ وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ بزرگ صوفی تھے اور اِنہی کے اثر سے امام صاحب پر بچپن میں ہی تصوف کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل طوس میں ہی طے کرنے کے بعد آپ جُرجان گئے۔ گارڈنر صاحب لکھتے ہیں کہ نیشاپور پاس تھا مگر وہاں نہ جاکر ایک دور و دراز مقام جرجان تشریف لے جانے کی وجہ شاید یہ تھی کہ نیشاپور میں "تقلید" کا بازار گرم تھا اور آپ کی طبیعت تقلید کے نام سے بہت گھبراتی تھی۔ آپ نے

بچپن و تعلیم

کے قابل ہے ۔ امام صاحب نے اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں جو آپ کی خود نوشت سوانح عمری ہے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

ترکِ تعلقات

"چونکہ میری طبیعت ابتدا سے تحقیقات کی طرف مائل تھی اس لیے رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ تقلید کی بندش ٹوٹ گئی اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن میں جم گئے تھے ان کی وقعت جاتی رہی ۔ میں نے خیال کیا کہ اس قسم کے تقلیدی عقاید تو عیسائی ، یہودی سبھی رکھتے ہیں ۔

حقیقی علم اس کا نام ہے کہ کسی قسم کا شک نہ رہے اور کسی قسم کے شبہ کا احتمال تک نہ رہ جائے ۔

مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ دس کا عدد تین سے زائد ہے ، اب اگر کوئی شخص کہے کہ نہیں تین زائد ہے اور اس کے ثبوت میں وہ یہ کہے کہ میرا دعویٰ حق ہے کیونکہ میں عصا کو سانپ بنا سکتا ہوں اور وہ بنا کر دکھا بھی دے ، تو میں کہوں گا کہ بے شبہ عصا کا سانپ بن جانا سخت حیرت انگیز ہے لیکن اس سے اس یقین میں فرق نہیں آسکتا کہ دس تین سے زائد ہے ۔

اب میں نے ہر فرقہ کے علوم و عقائد کی تحقیقات شروع کی ...

سب سے اخیر میں میں نے تصوف کی طرف توجہ کی ۔ ...... لیکن چونکہ یہ فن در اصل عملی فن ہے اس لیئے صرف علم سے کچھ نتیجہ نہیں حاصل ہو سکتا تھا اور عمل کے لیے ضرور تھا کہ زہد و ریاضت اختیار کی جائے ۔ ادھر اپنے اشغال کو دیکھا تو کوئی خلوص پر مبنی نہ تھا ۔ درس و تدریس کی طرف طبیعت کا میلان اس وجہ سے تھا کہ وہ جاہ پسندی اور شہرت عامہ کا ذریعہ تھی ۔ ان واقعات نے دل میں تحریک پیدا کی کہ بغداد سے نکل کھڑا ہوں اور تمام تعلقات کو چھوڑ دوں " ۔

یہ خیال رجب ۴۸۸ھ ہجری (یہ مہینہ ۷ جولائی سے ۵ اگست ۱۰۹۵ء تک تھا) میں پیدا ہوا تھا ۔ اور اس کے بعد عجیب ادھیڑ بن کے مخمصے میں پھنسے رہ کر بالآخر

کی عمر صرف ۲۸ برس کی تھی، مگر تمام ممالک اسلامیہ میں اُن کا کوئی ہمسر نہ تھا۔

اُس زمانے میں سلطان ملکشاہ کا وزیر اعظم نظام الملک تھا جو علم دوست اور عالم پرور تھا۔ اُس کے دربار میں امام صاحب سنہ ۴۸۲ یا سنہ ۴۸۳ ہجری میں پہونچے تھے۔ یہ تاریخ اب تک بالتحقیق معلوم نہیں ہوئی ہے۔ نظام الملک نے مناظرے کی مجلسیں منعقد کیں تو ہر معرکے میں امام صاحب ہی غالب رہے اور اس شاندار کامیابی کی وجہ سے آپ کی قابلیت کا جھنڈا ہر جگہ لہرانے لگا۔

نظام الملک نے امام صاحب کو نظامیہ کے قابلِ رشک مسند پر صدر ہونے کے لیے انتخاب کیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۳۴ برس سے زیادہ نہ تھی۔ اس عمر میں نظامیہ کی افسری کا حاصل کرنا ایک ایسا فخر تھا جو امام صاحب کے سوا کسی کو کبھی حاصل نہ ہوا۔

نظامیہ کا مدرس اعظم مقرر ہونا

غرض امام صاحب جمادی الاولی سنہ ۴۸۴ ہجری (یہ مہینہ ۲۱۔ جون سنہ ۱۰۹۱ء سے ۲۰۔ جولائی سنہ ۱۰۹۱ء تک تھا) میں بڑی عظمت و شان و جاہ و حشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے اور نظامیہ کی مسند درس کی زینت کو دوبالا کر دیا۔

امام صاحب کے ترک تعلقات کا واقعہ دنیا کے عجیب و غریب واقعات کی فہرست میں درج کرنے

خلیل سے آپ حج کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے جہاں مدت تک مقیم رہے۔ اسی سفر میں مصر و اسکندریہ بھی پہونچے اور اسکندریہ میں مدت تک قیام رہا۔ امام صاحب نے خود "المنقذ من الضلال" میں لکھا ہے :-

"حج کرنے کے بعد اہل و عیال کی کشش نے وطن پہونچایا، حالانکہ میں وطن کے نام سے کوسوں بھاگتا تھا۔ وطن پہونچکر میں نے عزلت و خلوت اختیار کی۔ لیکن زمانہ کی ضرورتیں اور معاش کی تلاش میرے صفائی قلب کو مکدر کر دیتی تھیں، اور دلجمعی و اطمینان کا وقت جستہ جستہ ہاتھ آتا تھا۔ (ملاحظہ ہو "لکچر امام غزالی" صفحہ ۱۷)۔

غرض اس بے تعلقی میں امام صاحب نے گیارہ برس تک جدوجہد، تحقیق و تدقیق، اور طاعت و عبادت میں اپنا وقت لگایا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں* :-

"پس حکم الٰہی سے مجھ کو ماہ ذی قعدہ سنہ ۴۹۹ ہجری میں نیشاپور کی طرف روانہ ہونا نصیب ہوا، اور بغداد سے نکلنے کی بھی تاریخ یہی تھی۔ اِس حساب سے میری عزلت کا زمانہ گیارہ سال ہوا"

اسی زمانے میں امام صاحب نے اپنا لاثانی شاہکار مسمیٰ بہ "احیاء العلوم" تصنیف کیا تھا۔

---

* ملاحظہ ہو "لکچر امام غزالی" صفحہ ۹۶۔ ماہ ذی قعدہ سنہ ۴۹۹ ہجری ۵ جولائی سے ۳ اگست سنہ ۱۱۰۶ء تک تھا۔ یعنی تقویم عیسوی کے مطابق امام صاحب کی عزلت کا زمانہ نومبر سنہ ۱۰۹۵ء سے جولائی سنہ ۱۱۰۶ء تک رہا۔ اور اِس حساب سے پونے گیارہ برس ہوتے ہیں۔

دامِ علایق کو توڑ کر امام صاحب ذو قعدہ سنہ ۴۸۸ ہجری (یہ مہینہ ۲ نومبر سے ۱ دسمبر سنہ ۱۰۹۵ء تک تھا) میں بغداد سے نکلے:۔

"نہ شدہ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی"

امام صاحب جس حالت میں بغداد سے نکلے وہ عجیب ذوق اور وارفتگی کی حالت تھی۔ پُر تکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کمبل اور لذیذ غذاؤں کے بدلے ساگ پات کا سہارا تھا۔

سیاحت و عزلت

غرض بغداد سے نکل کر شام کا رخ کیا جہاں آپ تقریباً دو سال رہے۔ وہاں سے دمشق® گئے اور مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ وہاں بھی دو برس رہ کر بیت المقدس تشریف لے گئے۔ وہاں سے مقام خلیل* سنہ ۴۹۹ ہجری (یہ سن ۱۳ ستمبر ۱۱۰۵ء سے ۳ ستمبر ۱۱۰۶ء تک تھا) میں پہونچے تو حضرت ابراہیم کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر تین باتوں کا عہد کیا:۔

(۱) کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤنگا۔

(۲) کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لونگا۔

(۳) کسی سے مناظرہ و مباحثہ نہ کرونگا۔

چنانچہ امام صاحب مرتے دم تک اِن عہود کے پابند رہے۔

® السبکی نے لکھا ہے کہ امام صاحب سنہ ۴۸۹ ہجری میں دمشق میں داخل ہوئے تھے۔

* الغزالی ۔ صفحہ ۱۶ ۔

کی بنیاد ڈالی جہاں مرتے دم تک ظاہری و باطنی دونوں علموں کی تلقین کرتے رہے۔

مسٹر گارڈنر* لکھتے ہیں "کہ اسکندریہ سے امام صاحب پھر کہیں روانہ ہو گئے تھے اور یہ پتہ نہ چلا کہ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر بغداد تشریف لے گئے تھے جہاں آپ نے "احیاء العلوم" کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک مجلس قایم کی تھی۔ امام صاحب وہاں کتنے عرصے تک رہے اِس کا اب تک کوئی اندراج نہیں ملا ہے۔ اس کے بعد آپ ہمدان گئے مگر وہاں کا بھی کوئی حال معلوم نہیں ہوا ہے۔ ہاں، جب آپ ہمدان میں قیام گزیں تھے تب آپ نے ایک کتاب لکھی تھی جو اُن سوالات کا جواب تھی جو ایک شخص نے آپ سے دریافت کیے تھے"+ ممکن ہے یہ کتاب جو ہمدان میں امام صاحب نے لکھی تھی یہی ہماری کتاب "خلاصۃ التصانیف" ہے جسے ہم "نصیحت نامۂ امام غزالی" کہہ رہے ہیں ہو۔

امام صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں مسٹر براکل مین نے ستّر اور مولانا شبلی نے اٹھتّر کتابوں کے نام

---

* "الغزالی" مؤلفۂ و۔ ر۔ و۔ گارڈنر W. R. W. Gardner, M.A. - دی اسلام سیریز - مطبوعہ ۱۹۱۹ء - ہمدان میں ایک کتاب بجواب سوالات لکھنے کا حال امام صاحب نے اپنی خود نوشت سوانح عمری "المنقذ من الضلال" میں تحریر فرمایا ہے۔

امام صاحب کو جس چیز نے بیاباں نوردی پر آمادہ کیا تھا وہ تحقیقِ حق اور انکشافِ حقیقت کا شوق تھا۔ امام صاحب تحریر فرماتے ہیں ۔ :-

"مجاہدات اور ریاضیات نے قلب میں ایسی صفائی پیدا کر دی کہ تمام حجاب اٹھ گئے، اور جس قدر شک و شبہے تھے آپ سے آپ جاتے رہے"۔

'انکشاف حق کے بعد امام صاحب نے دیکھا کہ زمانہ کا زمانہ مذہب کی طرف سے متزلزل ہو رہا ہے اور فلسفہ اور عقلیات کے مقابلے میں مذہبی عقائد کی ہوا اُکھڑتی جاتی ہے۔ یہ دیکھکر ارادہ کیا کہ عزلت کے دائرہ سے نکلیں اور درس و تدریس سے خلق خدا کو راہ راست دکھائیں'۔

دوبارہ درس و تدریس

غرض ذی قعدہ سنہ ۴۹۹ ہجری میں امام صاحب نے نیشاپور کے مدرسۂ نظامیہ میں مسند درس کو زینت بخشی اور بدستور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوئے۔ فخر الملک، پسر نظام الملک محرم سنہ ۵۰۰ ہجری* میں ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہوا، اور غالباً اس کی وفات کے تھوڑے ہی دن بعد امام صاحب نے عہدۂ تدریس سے کنارہ کشی کر کے طوس میں خانہ نشینی اختیار کی۔ گھر کے پاس ہی ایک مدرسہ اور صوفیوں کے لیے ایک خانقاہ

* یہ مہینہ ۲ ستمبر سے یکم اکتوبر سنہ ۱۱۰۶ء تک تھا۔

پہلا نقشہ

اگرچہ امام صاحب کی حیات سے متعلق کئی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر کسی میں ایسا نقشہ نہیں دیا گیا ہے جو پیمانہ (سکیل) کے مطابق ہو اور جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ امام صاحب نے کتنا دور و دراز کا سفر تلاشِ حق کے لئے اختیار کیا تھا۔

اگلے صفحے پر جو نقشہ "امام غزالی کی سیاحت" دیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ لگ سکیگا کہ امام صاحب نے اس زمانے میں جبکہ آمدورفت کے ذرایع چنداں تکلیف دہ تھے اور راستوں کی حالت نہایت مخدوش اور خراب و خستہ تھی تحصیل علم اور تحقیق مذاہب کے لئے کتنی مسافت طے کی تھی۔

پیمانے کی مدد سے بہ آسانی یہ معلوم ہو جائے گا کہ طابران سے جرجان کا کتنا فاصلہ تھا اور دمشق و بیت المقدس کتنی حوصلہ شکن دوری پر واقع تھے۔

مگر یہ عوائق امام صاحب کے ہمالیہ جیسے اٹل ارادوں کو ذرّہ بھر بھی ان کی راہ سے نہ ہٹا سکے۔ سچی لگن کیا نہیں کر سکتی !!

دیے ہیں جن کے مضامین فقہ، اصول فقہ، فلسفہ، منطق، کلام، اور تصوف ہیں*۔ امام غزالی ہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے نیا طریقہ "تطبیق بین المعقول والمنقول (معقول کے ساتھ منقول کی تطبیق) کا نکالا"۔

آپ کی تصنیفات کا اثر ادبیات پر اتنا گہرا پڑا کہ اس کی وجہ سے اخلاق ناصری، اخلاق جلالی وغیرہ کئی علم اخلاق کے ستارے آسمانِ ادب پر چمکے۔

وفات

امام صاحب نے ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ ہجری (مطابق ۱۸ دسمبر ۱۱۱۱ء یوم دوشنبہ) میں بمقام طابران انتقال کیا⊗ اور وہیں مدفون ہوئے۔ اس طرح ایک آفتابِ علم و ادب سالکانِ راہِ حق کی آنکھوں کے لیے مطلع نور اور دل کے لیے مایۂ سرور چھوڑ کر غروب ہوا+

---

* امام صاحب کی چند مشہور تصنیفات یہ ہیں :—
'احیاء العلوم' (عربی) — یہ خزانۂ جملہ علوم ہے۔ اس کا خلاصہ آپ نے فارسی میں لکھا تھا جس کا نام 'کیمیائے سعادت' ہے۔ 'المنقذ من الضلال'۔ آپ کی خود نوشت سوانح عمری ہے۔ 'مقاصد الفلاسفہ'۔ 'تہافۃ الفلاسفہ'۔ 'مشکوۃ الانوار'۔ 'جواہر القرآن' یہ قرآن پاک کی چیدہ آیات کا نادر مجموعہ ہے۔ 'میزان العمل'۔ 'بدایۃ الہدایۃ' اس میں تزکیۂ نفس کے لیے ہدایات لکھی ہیں۔ 'منہاج العابدین' یہ عابدین کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ 'معیار العلم' و 'محک النظر' منطق سکھاتی ہیں۔ 'یاقوت التاویل فی التفسیر' ۴۰ جلدوں میں ہے۔

⊗ السبکی نے لکھا ہے کہ امام صاحب مقبرۂ طابران میں مدفون ہیں۔ زمانہ قدیم میں طوس دو حصوں پر تقسیم تھا: ایک حصہ کا نام نوقان اور دوسرے کا نام طابران تھا۔ یہی طابران امام غزالی کا مولد و مدفن تھا+ انتقال کا دن اکثر مؤلفین نے نہیں دیا ہے۔ زکی مبارک نے یوم الاثنین لکھا ہے جو انگریزی تاریخ سے مطابق ہے۔ "تاریخ فلسفۂ اسلام" میں ۱۹ دسمبر لکھا ہے جو غلط ہے+

دوسرا نقشہ

اگلے صفحے پر جو نقشہ دیا گیا ہے اس سے یہ اندازہ لگ سکیگا کہ امام صاحب کے زمانے میں ایشیائے کوچک کی سیاسی حالت کیا تھی۔ اس نقشے میں پہلی حروب صلیبیہ کے بعد کی حالت درسائی گئی ہے، جبکہ لاتینی امراء کا دور دورہ تھا۔

یہ نقشہ دکتور زکی مبارک، ایم اے، پی ایچ، ڈی (جامعہ مصریہ) کی کتاب "الاخلاق عند الغزالی" سے لیا گیا ہے، جس کے لئے مؤلف جناب والا ڈاکٹر صاحب ممدوح کا ممنون ہے۔

امام غزالی کے عہد کی سیاسی حالت
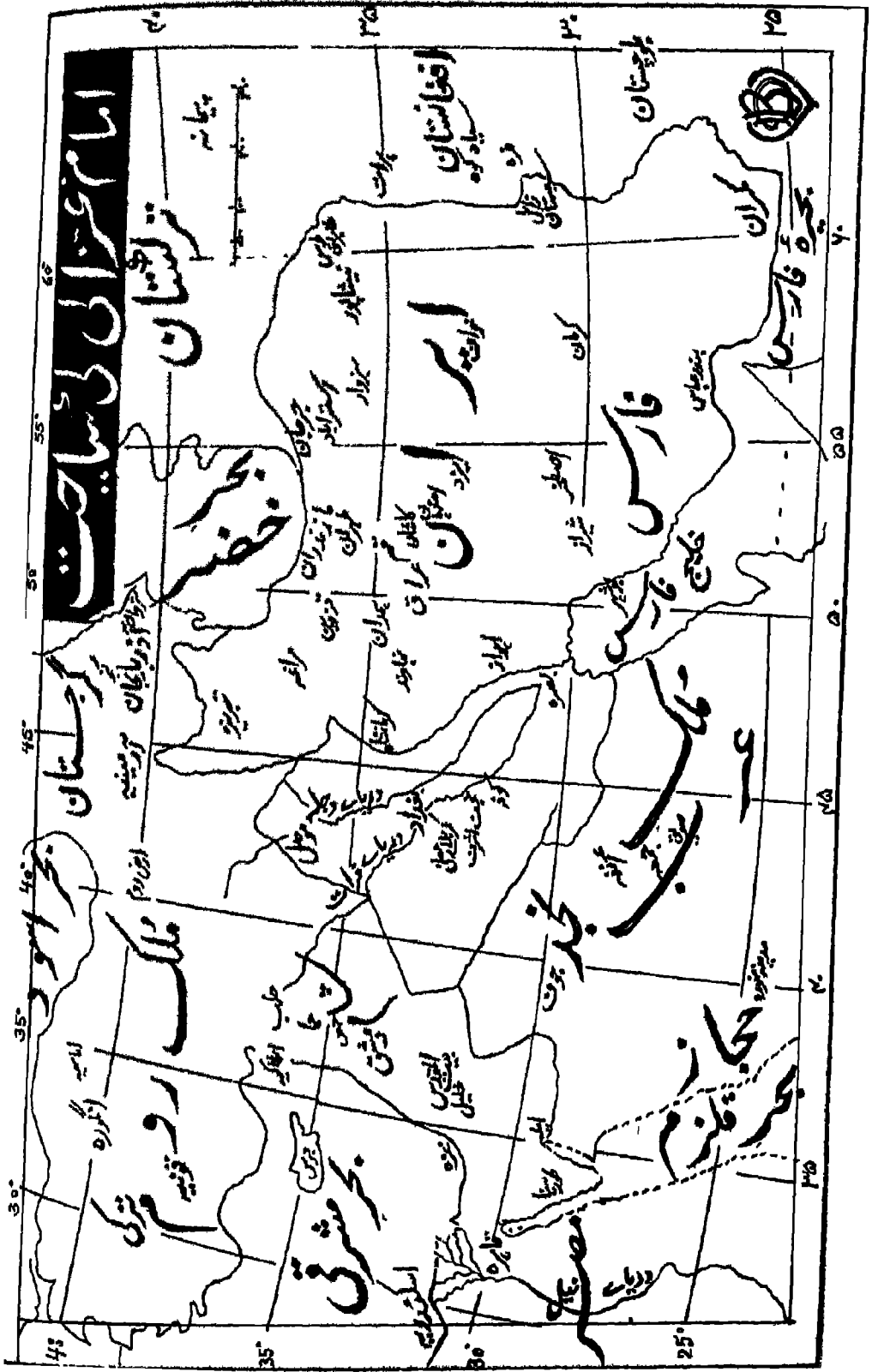
امام غزالی کی سیاحت
ترکستان
پیمانہ
بحر خضر
گرجستان
بحر اسود
ملک روم
ترکی
انگورہ
قونیہ
تبریز
مراغہ
قزوین
جرجان
استراباد
نیشاپور
سبزوار
ہرات
طہران
ہمدان
قم
کاشان
عراق
اصفہان
ایران
یزد
افغانستان
موصل
حلب
حما
حمص
دمشق
بغداد
بیت المقدس
خلیل
بحر مشرقی
اسکندریہ
قاہرہ
مصر
نجد
جوف
بصرہ
کوفہ
اہواز
شیراز
اصطخر
کرمان
فارس
خلیج فارس
بندر عباس
بلوچستان
مکران
بحیرۂ فارس
عرب
مدینہ منورہ
بحر قلزم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین الطیبین الطاہرین - اما بعد بدانکہ یکی ازشاگردان وتلمیذان خواجہ امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العزیز بعدازان کہ درخدمت وے سالہا علم خوانده بود وازہر علمی بہرۂ تمام حاصل کرده روزی باخود اندیشہ کرد کہ من سالہا رنج بردم وعلم بسیار حاصل کردم ازہر نوعی، اکنون ندانم کہ ازین علوم کدام نافع تر خواہد بود* و دستگیر آید و مونس گور را شاید و بہ عرصات فریادرس گردد، وآنچہ نافع نخواہد بود کدام بود تا ترک کنم وازان احتراز کنم کہ پیغمبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باپناه خدای تعالیٰ رفتہ است وگفتہ است :- " نعوذ باللہ من علم لا ینفع " - پس چندین درین فکر بود - عاقبت بحکم استفتاء بخدمت خواجہ

* یہاں سے صفحہ ۳۰ سطر ۲۰ تک کا مضمون اوندھ کے مخطوطہ میں نہیں ہے - لاہور کے مخطوطہ سے لیا گیا ہے -

امام غزالی کے عہد کی سیاسی حالت
مملکت سلجوقیہ
بزنطیہ
قونیہ
امارۂ ارمینیہ
طرسوس
امارۂ رہا
ملطیہ
سروج
حلب
رقہ
مملکت سلجوقیہ
بحر الروم
قبرس
انطاکیہ
لاذقیہ
طرطوس
حماۃ
حمص
طرابلس
بعلبک
بیروت
صیدا
دمشق
صور
عکا
قیساریہ
ارسوف
نابلس
بیت المقدس
عسقلان
الخلیل
غزہ
بحر مشرق
اسکندریہ
دمیاط
منصورہ
فرما
عریش
بلبیس
قاہرہ
مملکت خلفائے فاطمیہ
مصر
کرک
ایلہ
بحر قلزم
By courtesy of Dr. Zakī Mubārak.

ترا به نصیحت من چه حاجت است واگر ازان هیچ بتو نه رسیده است پس با من بگو' درین چند سال تحصیل تو چیست
ای فرزند از جمله نصیحتها که ازان حضرت به عالمیان نوشته اند یکی این است :- "علامت اعراض الله تعالیٰ عن العبد اشتغاله بما لا یغنیه وان امرء اذهبت ساعة من عمر فی غیر ما خلق له الحری ان یطول علیه حزنه ومن جاوز الاربعین ولم یغلب خیر فلیجتهز الی النار"۔ (۱)
ای فرزند۔ نصیحت کردن آسان است ۔ دشواری در قبول کردن است ۔ زیرا که طعم نصیحت در کام هوا پرستان تلخ باشد و منهیات (۲) محبوب ایشان است +

علم و عمل

علی الخصوص برطلب کسی که برطلب علوم رسمی وفضل و هنر دنیاوی مشغول است ، همچون آن فرزند' زیرا که طالب علم پندارد که علم مجرد وسیلت وی خواهد بود به نجات وخلاص ، و رستگاری وی در تحصیل علم است وبس ۔ واز عمل خود مستغنی (۳) و اورا خود به عمل حاجت نیست ' واین اعتقادی بد است ومذهب فلاسفه ۔ ای سبحان الله ! آخراین قدر نداند که

امام محمد غزالی نوشت و این معنی با چند مسئلۂ
دیگر از وے پرسید و التماس نصیحت و دعا
نمود کہ پیوستہ خواند و نصیحت پذیرد و گفت،
اگرچہ مولینا در جواب این مشکلات کتب بسیار کردہ
است، چون احیا و کیمیا و جواہر القرآن العلوم و
معیار العلم و میزان العمل و قسطاس المستقیم
و معارج القدس و اربعین و منہاج العابدین
الی الجنۃ و امثال آن - امّا این ضعیف چیزی
می خواہد کہ دو جزء باشد تا ہر بامداد می خواند
و بہ عمل آرد -

پس خواجہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ در جواب
او این فصل بنوشت و بہ وے فرستاد :-

"بدان اے فرزند عزیز و اے دوست مخلص
اطال اللہ تعالیٰ بقائک فی طاعتہ و سلک لک
طریق احبابہ، کہ منشور نصیحتہای اوّلین و آخرین
از حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نویسند و فرمایند فائدہ زیادتی بدہد کہ نہ ازان
نویسند و فرمایند و بسی نصیحت نامہا کہ ازان
حضرت بہ عالمیان نوشتہ اند و فرمودہ اند و
اگر ازان نصیحتہا چیزی * بتو رسیدہ است پس

* یہاں تک اوندہ کے مخطوطہ میں نہیں ہے -

بیماری کشد کاب و سکنگبین (۸) است و نخورد و آن دانش وی دفع بیماری کند یا نکند ؟ - و تو نیک دانی که نه کند -

بیت

گر می دو ہزار رطل بر پیمائی
تا می نخوری نباشدت شیدائی -

اگر صد سال علم خوانی و ہزار بار کتاب بر ہم نہی و بران عمل نہ کنی و خود را به اعمال صالحه مستعد و شایستهٔ رحمت خدای تعالیٰ نکنی، رحمت خدای تعالیٰ عزوجل در تو نه رسید - از قرآن بشنو :-

"اَن لَّیسَ لِلاِنسانِ اِلّا ما سَعیٰ "- (۹)

ای فرزند - دانم که خوانده باشی که آیة منسوخ است - آن کس منسوخ است که این سخن گفت و گیرم که این سخن منسوخ است - درین آیتهای دیگر چه گویند:-

" فَمَن کانَ یَرجُوا لِقآءَ رَبِّهٖ فَلیَعمَل عَمَلاً صالِحًا + جزاء بما کانوا یعملون - جزاءً بما کانوا یکسبونَ - اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّالِحاتِ کانَت لَهُم جَنّاتُ الفِردَوسِ نُزُلاً خالِدِینَ فِیها + الا من تاب و آمن وعملَ صالحًا "- (۱۰)

و در حدیثها چه گویند :-

" بنی الاسلام علی خمس شہادة ان لا اله الّا الله و ان محمد رسول الله و اقام الصلوٰة و آیتاء الزکوٰة وصوم شہر رمضان و حج البیت من استطاع الیه سبیلاً - الایمان

چون علم حاصل کند و بران عمل نکند حجت موکد تر (۴) گردد و خبر ندارد که رسول خدا صلوات الرحمن علیه میفرماید "اشد الناس عذاباً یوم القیمة عالم لم ینفعه الله بعلمه (۵)"
و در سخنان مشایخ آورده اند که یکی از بزرگان جنید را بخواب دید و با وی گفت :- "یا ابا القاسم ما الخبر؟" (۶) جواب داد که "طاحت العبادات وفنیت الاشارات وما ینفعنا الا رکیعات رکعناها فی جوف اللیل" - (۷)

ای فرزند از اعمال مفلس و از افعال تهی و از معانی خالی مباش و یقین می دان که علم مجرد دستگیری نه کند و ترا این به مثالی معلوم گردد :-

مثال اول - اگر کسی در بیابانی می رود و ده شمشیر هندی در نیام دارد و هم چنین دیگر سلاحها نیکو و مع هذا اہل سلاح و اہل جنگ و محاربت باشد و ناگاه شیری با وی در آید - چگوئی آن ہمہ سلاحہاے وی بی آنکه کار فرماید شرّ آن شیر از وی دفع کند یا نه؟ و تو نیک دانی که نکند - ہمچنین بعینه می دان که اگر کسی صد ہزار مسئلهٔ علمی بخواند و بداند و به عمل نیارد، ازان دانش او را فایده نخواہد بود -

مثال دیگر - اگر کسی رنجور باشد و رنج بیماری وی مثلاً از حرارت وصفرا بود و داند که علاج آن

بر ملایکه جلوه دہد۔ ملکی را فرستاد کہ آن عابد را بگو "تاکی این مجاہدت کشی و ریاضت بری کہ تو شایستہ نیستی"۔ آن ملک بیامد و آن پیغام بگذارد۔ عابد جواب داد کہ "مرا از بہر بندگی آفریدہ اند' مارا با بندگی کار است 'خداوندی او داند"۔ آن فرشتہ باحضرت رفت وگفت۔ "الٰہی عالم السِّری ودانی کہ آن عابد چہ گفت"۔ از حضرت خطاب آمد کہ چون او از بندگی بر نمی گردد' باکریمی ما ہم از و بر نمی گردیم"۔ "اشہدوا یا ملایکتی انی قد غفرت لہ"۔ (۱۳)

ای فرزند۔ بشنو کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام می فرماید :۔ "حاسبوا قبل ان تحاسبوا' وزنوا قبل ان توازنوا"۔ (۱۴)

حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ می گوید :۔ "من ظن انہ بدون الجہد یصل الجنۃ فقد خطاء"۔ صلوٰت اللہ علیہ۔ (۱۵)

روزی بہ یکی گفت از صحابہ :۔ "یا فلان لاتکثر النوم باللیل فان کثرۃ النوم باللیل یدع صاحبہ فقیرا یوم القیٰمۃ"۔ (۱۶)

ای فرزند۔ "ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک" امر است (۱۷)۔

"وبالاسحار ہم یستغفرون" شکر است۔ (۱۸)

قول باللسان و تصدیق بالجنان وعمل بالارکان"۔(۱۱)
و این را دلیل بیش ازان است کہ بتوان شمرد۔ اگر ترا در خاطر آید کہ من می گویم کہ بندہ بہ عمل خود بہ بہشت خواہد رفت نہ برحمت خدای، پس بدان کہ ہنوز سخن من فہم نہ کردۂ۔ بدانکہ من این نمی گویم بلکہ می گویم :۔ "بندہ بہ رحمت و فضل و کرم خدای بہ بہشت می رسد امّا تا بہ طاعت خود را مستعد و شایستۂ رحمت نگرداند رحمت درو نرسد"۔ نہ من می گویم، خدای تعالیٰ می گوید:۔
" اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ "۔ (۱۲)
وچون رحمت در وی نرسد کی بہ بہشت رسد۔ واگر کسی گوید بمجرد ایمان بہ بہشت رسد، من نیز می گویم برسد ولیکن با خود کی برسد۔ بس عقبہا در پیش است تا آنکہ برسد :۔
عقبۂ اول آن است کہ ایمان بسلامت با خود ببرد و بہ بہشت رود، بہشتی مفلس باشد۔
ای فرزند۔ یقین دان کہ تا کار نکنی مزد نیابی۔
حکایت۔ یکی در بنی اسرائیل* سالہای بسیار عبادت می کرد۔ بارئ تعالیٰ خواست کہ خلوص اورا

---

* امام صاحب نے اپنی شاہکار "احیاء العلوم" میں بھی ایک ایسے بنی اسرائیل کی حکایت دی ہے جس نے برسوں عبادت کی تھی۔ (دیکھئے حصہ چہارم۔ باب ہفتم)۔

کہ این دو بیت گفتہ است :- شعر

لقد ہتفت فی جنح لیل حمامۃ
علیٰ فنن وہنا وانی النائم۔
کذبت وبیت اللہ لو کنت عاشقا
لما سبقتنی بالبکاء حمائم۔

طاعت وعبادت

اے پسر خلاصۂ نصیحتہا آن است کہ بدانی کہ طاعت وعبادت خود کدام است
اکنون بدان کہ طاعت وعبادت متابعت شارع ست علیہ السلام ہم در اوامر وہم
در نواہی، ہم بقول وہم بہ فعل۔ یعنی۔ آنچہ کنی وآنچہ نکنی، وآنچہ گوئی وآنچہ نہ گوئی ہمہ
بہ فرمان باشد۔ اگر گوئی بہ فرمان گوئی واگر نہ گوئی بفرمان نہ گوئی، واگر کنی بفرمان کنی
واگر نہ کنی بفرمان نہ کنی۔ وبدانکہ اگر تو کارے کنی کہ صورت عبادت دارد ونہ بفرمان
الٰہی، آن نہ عبادت باشد بلکہ عصیان باشد اگر خود نماز وروزہ بود۔ نہ بینی اگر
کسے ہر دو عید وایام التشریق بہ روزہ باشد عاصی باشد باآن کہ صورت عبادت
دارد۔ امّا نہ چون بفرمان می آرد عاصی می گردد۔ وہم چنین اگر در جامہ پلید
یا موضعی پلید نماز کند مأثوم (۲۵) باشد اگرچہ صورت عبادت دارد زیرا کہ
نہ بفرمان میکند۔ وہم چنین اگر کسے بازن حلال خود مزاح بازی کند اورا بدان
مزاح بازی ثوابہا ست چنانکہ در حدیث آمدہ است اگرچہ لعب است
زیرا کہ بفرمان می کند۔ پس معلوم شد کہ **عبادت** بفرمان بردن است
نہ مجرد نماز وروزہ زیرا کہ آن نماز وروزہ عبادت باشد کہ بہ فرمان کنند
پس اے **فرزند** باید کہ افعال واقوال تو بفرمان باشد یعنی موافقت

"والمستغفرین بالاسحار" ذکر است (۱۹)
رسول خدای می گوید صلوات الله علیہ :- "ثلاث
اصوات یحبہا الله تعالیٰ :- صوت الدیک و
صوت الذی یقرأ القرآن و صوت المستغفرین
بالاسحار"۔ (۲۰)

سفیان ثوری* می گوید :- "ان الله تعالیٰ یحب
ریحاً یہب وقت الاسحار تحمل الاذکار و الاستغفار
الی الملک الجبار"۔ (۲۱) و ہم او می گوید :-
"اذا اول اللیل نادی منادی من تحت العرش
الا لیقم العابدون فیقومون فیصلون ما شاء الله۔
ثم ینادی منادی فی شطر اللیل الا لیقم القانتون،
فیقومون و یصلون الی السحرۃ فاذا کان السحر نادی
منادٍ، الا لیقم المستغفرون، فیقومون و یستغفرون۔
فاذا طلع الفجر نادی منادٍ، الا لیقم الغافلون، فیقومون
فی سہم کالموتیٰ نشروا من قبورہم"۔ (۲۲)

ای فرزند۔ در وصایای لقمان آمدہ است
کہ پسر را وصیت می کرد و می گفت :- "یا بنی" لا تکون
الدیک اکیس منک ینادی بالاسحار و انت نائم" (۲۴)
و چہ نیکو و لایق این سخن گفتہ است آن کس

---

* سفیان ثوری ایک خدارسیدہ بزرگ تھے - زمرۂ صوفیان
میں آپکا درجہ بلند مانا گیا ہے - آپنے ۱۶۱ھ میں بمقام بغداد ملک جاودانی کی راہ لی

واجبات سالک

پرسیدہ کہ بر سالک راہ خدائے تعالیٰ چہ واجب است۔

بدانکہ **اوّل** چیزے کہ بروے واجب است اعتقاد پاک است چنان کہ در و بدعت نبود۔

دوّم توبتی نصوح (۳۰) کہ پس ازاں باز بہ اسر زلّت گردن نرود۔

سوّم خصم را خوشنود کردن چنانکہ ہیچ آفریدہ را بروے حق نماند۔

چہارم از علم شریعت چنداں حاصل کردن کہ بداں امر خدائے بگزارد و ازاں علم شریعت بیش ازیں بروے واجب نیست کہ تحصیل کند و از علمہائے دیگر چنداں کہ داند کہ خلاص و نجاۃ وے دران است، و بمجرد ایں بگردد و ایں سخن ترا بیک حکایت معلوم گردد۔

حکایت اوّل

در حکایت مشایخ آوردہ اند کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ گفت چہار صد استاد را خدمت کردم، و بر ایشاں چہار ہزار حدیث خواندہ ام۔ و ازیں چہار ہزار حدیث یک حدیث اختیار کردہ ام، زیرا کہ علم اوّلیں و آخریں دران درج دیدم۔ و حدیث این است کہ بیکی از صحابہ می فرماید:۔ اِعْمَلْ لِلدُّنْیَا لَکَ بِقَدَرِ بَقَائِکَ فِیْھَا وَاعْمَلْ لِلّٰہِ بِقَدَرِ حَاجَتِکَ اِلَی اللّٰہِ وَاعْمَلْ لِلنَّارِ بِقَدَرِ صَبْرِکَ عَلَیْھَا (۳۱)

اے فرزند۔ ازیں حدیث ترا معلوم شد کہ ترا بہ علم بسیار حاجت نیست زیرا کہ علم بسیار خواندن و حاصل کردن از فرض کفایت است و دیگران

شریعت بود، زیراکہ علم و عمل خلق بے فتوی حضرت مصطفےٰ علیہ السلام ضلالت است
و سبب دوری از خدا است۔ و ازیں سبب است کہ وے صلوات اللہ علیہ علمہاے
سابق ہمہ منسوخ کردند۔ پس باید کہ بے فرمان دم نہ زنی و متیقن باشی کہ راہ خدائے
تعالیٰ بدیں علمہا کہ تو تحصیل کردہ نتواں رفت و ہم چنیں بہ شطح (۲۶) و طامات و ترہات
(۲۷) صوفیاں رسمی نتواں رفت۔ بلکہ این راہ بہ مجاہدت قطع توان کرد۔ و ہواد
شہوت و کام خویش بہ مجاہدت بریدن، نہ طامات و ترہات پرانیدن۔ سخن باریک
و افکار تاریک پسندیدہ نباشد۔ ذبانی مطلق و دلی بہ شہوت و غفلت مطلق
نشان شقاوت و بدبختی بود۔ تا ہوائے نفس بہ صدق و مجاہدت کشتہ نگردد۔
دل بہ انوار معرفت زندہ نگردد۔

اے فرزند۔ چند مسئلہ پرسیدہ کہ بعضے خود بہ گفت و نوشت راست
نیاید۔ اگر بداں رسی خود بدانی و اگر نہ رسی دانستن از مستحیلات (۲۸) است
زیرا کہ آں ازذوقی است و ہرچہ ذوقی باشد در گفت و نوشت نتواں آورد۔
شیرینی و تلخی و ترشی و شوری اگر کسے خواہد کہ در گفت و نوشت آورد نتواند
اے فرزند اگر عنین (۲۹) نامہ بہ کسے نویسد کہ آں کس لذت مجامعت یافتہ باشد،
از وے خواہد کہ تو بمن نویس کہ مجامعت را چہ لذت است چنانکہ دریابم، ایں
کس را جواب جز ایں نباشد کہ بوے نویسد کہ اے فلاں من پندا شتم تو عنینی و بس
اکنوں بدانستم کہ نہ عنینی احمقی۔ لذت مجامعت ذوقی است کہ اگر بداں خود رسی
بدانی، وگرنہ بہ گفت و نوشت راست نیاید۔ اے فرزند سوالہائے تو بعض
ہم چنیں است اما آنچہ در گفت و نوشت راست آید در کتاب احیاء و
دیگر تصانیف خود بشرح بگفتہ ایم از آنجا بیگاہ طلب می کن اما جا بیگاہ ہم اشارتے
کردہ شود۔

فائدۂ دوم - آن است کہ درین خلق نگاہ کردم و دیدم کہ ہمہ پیروی ہوا کردند و بر مراد نفس رفتند - پس درین آیت اندیشہ کردم کہ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۳۴) یقین دانستم کہ قرآن حق است و صدق، پس بخلاف نفس بدر آمدم و بر مجاہدت وے کمر بستم و اورا در بوتۂ مجاہدہ (۳۵) نہادم ویک آرزوے از آن وے ندادم - تا در طاعت خداے تعالیٰ آرام گرفت شقیق گفت بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (۳۶) نیکو گفتی و نیکو کردہ -

فائدۂ سوم - آن ست کہ درین خلق نگاہ کردم و دیدم کہ ہر کس سعی در رنجے درین دنیا بردہ بودند و ازین حطام (۳۷) دنیا چیزکی حاصل کردہ اند و بدان خرم و شادمانہ بودند کہ مگر چیزے حاصل کردہ اند - پس درین آیت تامل کردم کہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ - (۳۸) پس محصولے کہ از دنیا اندوختہ بودم در راہ خدا نہادم و بہ درویشان ایثار کردم و بہ ودیعت بہ خدا سپردم تا در حضرت خدائے باقی باشد و توشہ وزاد و بدرقۂ (۳۹) راہ آخرت باشد مرا - شقیق گفت اَحْسَنَ اللّٰهُ جَزَاكَ (۴۰)

فائدۂ چہارم - آن ست کہ درین خلق نگاہ کردم قومے را دیدم کہ پنداشتند کہ شرف آدمی و عزت و بزرگواری بہ کثرت اقوام و عشایر (۴۱) است تا لاجرم قومے بدین افتخار و مباہات کردند - و قومے پنداشتند کہ شرف در خشم راندن و زدن و کشتن و خون ریختن است - و قومے پنداشتند کہ بہ اتلاف و تبذیر (۴۲) است پس درین آیت تامل کردم کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۳) دانستم کہ حق است و صدق، و این پنداشتہا و گمانہائے خلق ہمہ خطا است پس تقویٰ اختیار کردم تا در آن حضرت از جملہ کریمان باشم - شقیق گفت

این بار از گردن تو بر گرفته اند و درین حکایت دیگر تامل کن تا ترا یقین تر گردد۔

حکایت دوم

آورده اند که حاتم اصم از شاگردان و مریدان شقیق بلخی بود۔ روزی شقیق بوے گفت، اے حاتم چہ مدت است کہ تو در صحبت منی و سخن من می شنوی؟ حاتم گفت سی و سہ سال است۔ گفت درین مدت از من چہ علم حاصل کردۂ و چند فائدہ از من شنیدۂ؟ گفت، ہشت فائدہ حاصل کردہ ام۔ شقیق گفت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (۳۲)۔ اے حاتم جملہ عمر در سر کار تو کردم و ترا از من بیش از ہشت فائدہ حاصل نشد۔ گفت اے استاد اگر راست می خواہی چنین است و بیش ازین نمی خواہم و مرا از علم این قدر بس است، زیرا کہ یقین است کہ خلاص و نجات من در دو جہان درین ہشت فائدہ است۔ گفت اے حاتم بیار و بگو کہ این ہشت فائدہ خود چیست تا بشنوم۔ گفت اے استاد۔

فائدہ اوّل آن است کہ درین خلق جہان نگاہ کردم و بدیدم کہ ہر کسے محبوبے و معشوقے اختیار کردہ اند و آن محبوبان و معشوقان بعضی تا مرض موت با ایشانند و بعضی تا موت و بعضی تا لب گور و پس ہمہ از ایشان باز گردیدند و ایشان را فرداً وحیداً باز گذاشتند و ہیچ با ایشان در گور نہ رفت و مونس وے نبود۔ پس من اندیشہ کردم و با خود گفتم، محبوب آن نیک است کہ با محب در گور رود و در گور مونس وے باشد۔ پس بدیدم و آن محبوب کہ این صفت داشت **اعمال صالح** بود پس آن را محبوب خود ساختم تا با من در گور آید و مونس من باشد و چراغ گور من و در منازل قیامت با من ہرگز از من جدا نہ گردد۔ شقیق گفت احسنت و زہ یا حاتم (۳۳) زیبا و نیکو گفتی۔ فائدۂ دوم چیست؟ گفت اے استاد

فائدهٔ ہشتم۔ آن ست کہ درین خلق نگاه کردم دیدم کہ ہرکس اعتمادی بہ کسے وچیزے
کرده اند:۔ یکیے اعتماد بہ زر وسیم کرده است، ویکیے بہ ملک واملاک
یکیے بہ کسب وپیشہ وحرفت، ویکی بہ مخلوق چون خود۔ پس درین آیت تامل
کردم کہ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۴۸) پس توکل بخدا تعالیٰ
کردم وہو حسبی ونعم الوکیل (۴۹) شقیق گفت یاحاتم وَفَّقَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى
کہ من در توریت وانجیل وزبور وفرقان نگاه کردم واین چہار کتاب
بر فوائد ہشتگانہ می گردد وہر کہ برین فائده ہشتگانہ کار کند وبہ عمل آورد، برین
چہار کتاب کار کرده وبہ عمل آورده۔

اے فرزند۔ ازین دو حکایت ترا معلوم گشت کہ ترا بہ علم بسیار
حاجت نیست۔ اکنون باز سر سخن رویم وتمامی آنچہ بر سالک راه خدائے
تعالےٰ واجب است بگویم۔ اے فرزند
پنجم۔ پیرے باید کہ اورا (یعنی سالک را) رہنمائی وتربیت کند واخلاقِ بد
از وے بستاند واخلاقِ نیکو بجائے آن نہد۔ ومعنی تربیت این است،
ہمچو برزگر (۵۰) کہ غلّہ را تربیت کند ہر گیاہے کہ با غلہ برآمده باشد از میانہ
غلہ بکند وہمچنیں سنگے وکلوخے کہ در میانہ کشت زار باشد بدر انداز دو از بیرون
آب وسماد (۵۱) آورد تا غلّہ پرورده ونیکو برآید والبتہ سالک راہِ خدا تعالیٰ
را از پیری مربی چاره نبود۔ زیرا کہ خدائے تعالیٰ کہ پیغمبر بہ خلق فرستاد
از برائے آن فرستاد تا دلیل راهِ خدائے تعالیٰ باشد وخلق را دلیلی کند
بر راهِ خدائے عز وجل وچون وے از دنیا رحلت کرد تا بیان خود بجائے
گزاشت تا دلیل خلق باشند بہ راهِ حق تا بہ قیامت۔ پس سالک را
از پیری ناگزیر است تا این پیر نائب رسول خدائے تعالیٰ باشد در دلیل کردن

بَارَکَ اللّٰہ (۴۶)
فائدہ پنجم ۔ آن است کہ درین خلق نگاہ کردم، دیدم کہ ہر قومے یکدیگر را نکوہش می کردند وعیب می گفتند۔ چون بدیدم ہمہ از حسد بود کہ بریکدیگر می بردند بسبب مال وجاہ وعلم۔ پس درین آیت تامل کردم کہ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ (۴۴) پس دانستم کہ این قسمت در ازل رفتہ است وہر کس را درین اختیاری نیست پس برکس حسد نبردم وبہ قسمت خدائے تعالیٰ راضی شدم وباہر کہ درجہان بود صلح کردم۔ شقیق گفت۔ بَارَکَ اللّٰہ ۔
فائدہ ششم ۔ آن است کہ درین خلق نگاہ کردم دیدم کہ ہر قومے یکدیگر را دشمن می داشتند ہر یک بہ سببی وغرضی کہ بایکدیگر داشتند پس درین آیت تامل کردم کہ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (۴۵) ودانستم کہ گفت خدائے تعالیٰ حق است وجز شیطان واتباع وے (دشمن نیست) پس شیطان را دشمن داشتم وا ورا فرمان نبردم ونپرستیدم بلکہ فرمان خدای تعالیٰ بردم واورا پرستیدم وبندگی او کردم کہ راہ راست وصراط مستقیم این است چنانکہ می فرماید اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (۴۶) گفت احسنت ۔
فائدہ ہفتم ۔ آن ست کہ درین خلق نگاہ کردم ودیدم کہ ہر کسے در قوت ومعاش خود کوششہا وسعیہائے بلیغ می نمودند وبدین سبب در حرام وشبہات می آویختند وخود را خوار وذلیل می داشتند۔ پس در این آیت تامل کردم کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (۴۷) پس دانستم کہ قرآن راست است وحق است ومن یکے ام از جملہ روئے زمین پس بہ خدائے تعالیٰ مشغول شدم ودانستم کہ روزی من برساند زیرا کہ ضمان کردہ است ۔

درمسئلہ کہ رود واگرچہ داند کہ پیر خطا می گوید۔ و باید کہ در پیش پیر سجادہ نیفگند الا وقتی کہ نماز کند پس چون از نماز فارغ گردد سجادہ در نوردد و در حضور پیر تا فلہ بسیار نکند و ہرچہ پیر حکم کند بقدر استطاعت راہ برود۔

احترام باطن۔ اما احترام باطن آن است کہ ہرچہ بظاہر گوش دارد در باطن منکر نہ باشد ہم بہ گفت و ہم بہ کرد۔ واگر نہ منافقی باشد و اگر نتواند باید کہ ترک صحبت وے کند تا آنگاہ کہ اندرون نیز موافق بیرون گردد۔

ششم۔ آنکہ او را (یعنے سالک را) ناگزیر باشد از سیاست نفس۔ و این آنگاہ او را میسر گردد کہ از جلیس السوء (۵۳) احتراز کند تا تصرف شیاطین الانس والجن از ولایت دل وے کوتاہ و لوث شیطانیت از وے برخیزد۔

ہفتم۔ آنکہ در ہمہ حال درویشی بر توانگری اختیار کند و این ہفت چیز آن است کہ سالکِ راہِ خدای تعالیٰ را واجب است۔

تصوّف

اے فرزند پرسیدہ کہ تصوّف چیست۔ بدانکہ تصوّف دو چیز است:-
درستی با خدائے و سکون از خلق۔ ہر کہ با خدای تعالیٰ راست روزگار است و با خلق نیکو خلق و بردبار است او صوفی است۔ و درستی با خدای تعالیٰ آن است کہ حظِ خود بہ فدائے امرِ وے کند و نیکو خوئی با خلق آن ست کہ کسے را فرامرادِ خود ندارد بلکہ خود را (فرامراد) ایشان دارد ما دام کہ مراد ایشان موافق شرع باشد۔

بندگی

اے فرزند پرسیدہ کہ بندگی چیست۔ بدان کہ بندگی سہ چیز است

بیارو خداے۔ وخبرہا این پیرکہ نائب رسول خداے را بشناید آن راست کہ عالم اما نہ ہر عالمے پیرے را بشاید بلکہ شایستگی این کار کسے را باشد کہ اور انشانی چند باشد و ما بطریق اجمال ازان نشانہا بعضی بگوییم تا ہر گرشتہ این دعوی نتواند کرد

نشان ہائے پیر

ہر آنکس کہ از حب دنیا و حب جاہ اعراض کردہ باشد و متابعت شخصے مسلسل باشد تا بمصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ و بہ فرمان وے از ہر نوعے ریاضت کشیدہ باشد از کم خوردن و کم گفتن و نماز بسیار کردن و روزہ بسیار داشتن و صدقہ بسیار دادن۔ و در طبیعت وے محاسن الاخلاق سیرت وے گشتہ باشد از صبر و شکر و توکل و یقین و سخاوت و قناعت و امانت و ضمانت و بذل مال و حلم و تواضع و دانائی و صدق و حیا و وقار و سکون و تانی و امثال آن و نورے از انوار حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اقتباس کردہ (۵۲) اخلاق ذمیمہ در آن نور منعدم گشتہ از کبر و حسد و بخل و کینہ و حرص و امل دراز و طیش و سبکی۔ و از علم دیگران مستغنی گشتہ چنان کہ بہ علم کسے محتاج نباشد الا بہ علم رسول خدای تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

این است بعضے از نشان ہائے پیر طریقت و آنان کہ نائب رسول خدا تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بشاید کہ یاد کردہ آمد۔ اقتدا بدیشان کردن صواب باشد اما چنین پیر ہا در توان یافت و اگر کسے را این دولت باشد و این توفیق رفیق گردد کہ پیرے چنین دریابد و آن گاہ او را پیر بخود قبول کند باید کہ پیر را احترام دارد ہم بظاہر و ہم بباطن۔

احترام پیر

احترام ظاہر۔ احترام ظاہر آن باشد کہ با وے مجادلت نہ کند و حجت نہ گیرد

عمل

تو آنچه دانی به عمل آور تا آنچه نه دانی بر تو مکشوف گردد۔ اے فرزند بعد ازین هر چه بر تو مشکل گردد جز بزبان دل از من سوال مکن ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (۵۵)

نصیحت خضر علیه السلام قبول کن :-

فَلَا تَسْاَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (۵۶)

تعجیل مکن چون وقت بود خود گویند و نمایند :-

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ (۵۷) تو پیش از وقت مپرس که چون رسی خود ببینی آنها یقین دان تا نه روی نه رسی و نه بینی :-

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرُوْا (۵۸)۔ اے فرزند بخدا اگر گردش کنی عجائب بینی در هر منزل۔ جان کن که بی جان کندن کاری بر نیاید۔ ذوالنون مصری رحمة الله به یکے از شاگردان خود گفت بشعر

ان قدرت علی بذل الروح فتعال والا فلا تشتغل بترهات الصوفیة فیه

(۵۹)۔ اے فرزند سخن کوتاه کنم و ترا نصیحت کنم به هشت چیز۔ چهار نا کردنی و چهار کردنی، تا علم در قیامت خصم تو نباشد۔

نا کردنی اول۔ آن که باید که تا توانی مناظره نه کنی و با هر کس در مسئله که رود حجت نه گیری که آفات آن بسیار است و رسم (۶۰) آن از نفع بیشتر زیرا که منبع همه اخلاق ذمیمه است۔ چون ریا و حسد و کبر و حقد و عداوت و مباهات وغیر این ها۔ واگر مسئله در میان تو و دیگرے یا میان قومے افتد و تو خواهی که آنچه حق است آشکار اگردد بدین نیت روا باشد که در آن مسئله بحث رود و نصرت

یکے نگاہ داشتن فرمانِ شرع۔ دوم رضا بقضا و قدر و قسمت خدائے تعالیٰ سوم
اختیار و خواست خود بگذاشتن و بہ اختیار و خواست خدائے تعالیٰ خوشنود بودن۔

توکّل

اے فرزند پرسیدہ کہ توکل چیست۔ بدان کہ توکل آن ست کہ خدا را
استوار داری بہ وعدہا کہ کردہ است یعنے اعتقاد داری کہ ہرچہ قسمت تو کردہ است
بتو رسد۔ و اگر ہمہ ربتو رسیدنی ست، ہر کہ در جہان باشند بہ دفع آن
مشغول گردند نتوانند کرد۔ و ہرچہ بہ قسمت تو نکردہ بہ جہد و کوشش ہرگز
در جہان بہ تو نہ رسد۔

اخلاص

اے فرزند پرسیدہ کہ اخلاص چیست۔ بدان کہ اخلاص آن ست کہ
کارہائے تو جملہ خدائے را باشد و آن کار کہ کنی اندرون دلت مائل بخلق نباشد
و دلت بہ ستایش نہ گراید۔ و از نکوہش خلق پژمردہ نباشد و بدانکہ ریا از بزرگ
داشتن خلق تولد می کند۔ و علاج ریا آن است کہ خلق را مسخر قدرت بینی و ایشان
را چون جمادات انگاری یعنی چون دانی کہ چنانکہ جمادات را قدرتی و ارادتی
نیست و راحتی و رنجی بتو نتوانند رسانید۔ جملہ خلایق را ہم چنیں دانی تا از اعراض
خلاص یابی، زیرا کہ تا تو خلق را قادر و مرید (ہم ۵م) دانی ریا از تو برنہ خیزد۔
اے فرزند۔ باقی سوالات بعضی آن است کہ در اغلب تصانیف ما
مسطور است، از ان جائے طلب می کن و بعضی آن است کہ نوشتن آن حرام است

آن شاعر کہ این گفت۔ شعر

کل العداوۃ قد ترجی ازالتها ۔۔۔ الا عداوۃ من عاداک من حسد (۶۲)

(۶۲) - پس تدبیر آن بود کہ دیر ابدان بیماری فروگذارند و از وے اعراض کنند۔ فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا (۶۳) وحسود ہر چہ کند آتش در خرمن خود می زند والحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب (۶۴)

بیمار دوم۔ آن بود کہ علت وے از حماقت بود و این نیز علاج نپذیرد۔ حضرت عیسی پیغمبر صلوۃ اللہ علیہ گفت کہ من از مردہ زندہ کردن عاجز نیامدم و از معالجت احمق عاجز شدم و این کسے بود کہ مدتے اندک بہ طالب علمی مشغول گردد و در علوم عقلی خود اصلا شروع نہ کردہ باشد۔ وآنکہ بر علماے بزرگ کہ ہمہ عمر خود در علوم عقلی و شرعی خرج کردہ باشد اعتراض کند و این قدر نداند کہ اعتراض کہ او را و عالمے دیگر را فراز آید این عالم بزرگ را نیز فرا آمدہ بود۔ پس این قدر نداند کہ آن اعتراض کہ وے بر سخن این عالم می کند آن سخن را غوری ہست کہ آن غور (۶۵) عالم بدانستہ است و نہ وی و نہ آن عالمی دیگر راہ بدان بردہ۔ چون این قدر در خود اندیشہ نہ کند از حماقت و نادانی بود۔ از وے نیز اعراض باید کرد و بجواب وے مشغول نباید شد۔

بیمار سوم۔ آن است کہ مسترشد (۶۶) بود و ہر چہ از بزرگان فہم نکند بر قصور فہم خویش حمل کند و ہر چہ پرسد از جہت فائدہ پرسد ولیکن ملبد لنظر بود فہم وے از ادراک حقائق قاصر بود و بجواب وے مشغول نباید گشت۔ زیرا کہ پیغمبر علیہ السلام می گوید۔ سخن معاشر الانبیاء امرنا بان نکلم الناس علی قدر عقولھم (۶۷) یعنی ما کہ انبیا ایم فرمودہ اند ما را کہ با مردمان

این نیت را دو نشان است :—

یکے آنکہ فرق نہ کنی میان آنکہ حق بزبان تو مکشوف گردد یا بزبان دیگرے۔
دوّم آنکہ این بحث در خلوت دوست تر داری کہ بر ملا۔ امّا اگر با کسے مسئلہ گوئی و
تو دانی کہ حق با طرف تو است و او بستہ ہٹدگی (۶۱) می کند زنہار با او حجّت
نہ گیری و سخن فروگزاری و اگر نہ بہ وحشت انجامد و فائدۂ حاصل نشود۔ و اینجا
فائدۂ بگویم بدانکہ سوال کردن از چیزہائے مشکل عرضہ کردن بیماری دل است
بر طبیب دل۔ جواب دادن و سعی کردن طبیب دل است در شفاے این بیمار
و یقین دان کہ جاہلان بیماران اند کہ وفی قلوبهم مرض (۶۲) و علما طبیبان
اند۔ و عالم ناقص طبیبی را نشاید۔ عالم کامل ہمہ بیماری را طبیبی نہ کند بلکہ بیماری
را طبیبی کند کہ در وے امید بہی شناسد۔ اما جائے کہ علت مزمن باشد
و بیماری عقل۔ در وے امید بہی نشاید۔ استادی طبیب در ان باشد کہ گوید
این بیمار علاج نپذیرد و بہ نشود و بہ مداوات وے مشغول شدن روزگار وی
ضایع کردن ست۔

بیماران جہل

اکنون بدان کہ بیماران جہل بر چہار گونہ اند و ازین چہار یکے علاج
پذیر است و سہ علاج پذیر نیست۔
بیمار اوّل۔ کسے کہ سوال و اعتراض وے از حسد باشد و حسد بیماری مزمن ست
و علاج پذیر نیست زیرا کہ ہر جواب ازان او کہ خواہد گفت چندان کہ زیباتر و
روشن تر گوئی او ترا خشم گیرد و ترا دشمن تر گردد و آتش حسد وے برافروختہ
تر شود۔ پس طریق آن است کہ خود بہ جواب وے مشغول نہ گردد۔ و چہ نیکو گفت

دران دیگر ہولہائے قیامت اندیشیدن، آتش مصیبت این جملہ در دل وے
افتد۔ توجہ این مصیبت ہا را تذکیر خوانند۔

وعظ کا مفہوم وخلق را ازین ہمہ آگاہی دادن۔ وایشان را بتقصیرہائے خود وعیوب
نفس بینا کردن تا تپش این آتشہا و مصیبت ہا در دل مجلسیان افتد و تدارک عمر گزشتہ
بدان قدر کہ بتوانند بکنند و عذرے بخواہند (برائے دقیق) کہ نہ در طاعت بسر بردہ
اند وحسرت خورند۔ این جملہ بدین طریق کہ گفتیم علم وعظ خوانند۔

و اگر مثلاً سیلابی بہ در سرائے کسے رود و بیم باشد کہ ہم در ساعت سرائے
خراب کند و فرزندان وے غرق کند و خداوند سرائے فریاد کند و گوید "اے فرزندان
الحذر الحذر! بگریزید کہ سیل آمد" این مرد دران وقت کہ این سخن می گوید او را
دل آن نباشد کہ این سخن بہ تکلف و عبارت گوید و بہ نکت و اشارت۔ مثال
واعظ با خلق ہمین است۔

دیگر باید کہ در وعظ گفتن دل با آن نہ دہی و در بند آن نباشی کہ خلق در
مجلس تو نعرہ زنند وحالت و وجد سازند و ہائے وہوئے کنند و جامہا چاک
زنند و شور و آشوب در مجلس افگنند تا مردمان گویند "خوش مجلسی است" بلکہ
باید کہ در بند آن باشی کہ خلق را از دنیا بہ آخرت خوانی، و از معصیت بہ طاعت
و از حرص بہ زہد و از بخل بہ سخا و از ریا بہ اخلاص، و از کبر بہ تواضع، و از
غفلت بہ بیداری، و از غرور بہ تقوی۔ آخرت دوست گردانی و دنیا دشمن
و ایشان را بہ رحمت و کرم خدائے تعالی مغرور نہ گردانی بلکہ علم بہ رستگاری و
پرہیزگاری گوئی و بہ بینی کہ روئے در چہ دارند کہ خلاف رضائے خدا است؟ و
قبلۂ دل ایشان چیست کہ خلاف شرع مصطفیٰ است؟ و از احوال و اخلاق بد چہ
بر ایشان غالب است؟ و ایشان را از ان بگردانی دہر کہ بروے معرفت غالب است

آن گویم کہ فہم ایشان بدان رسد و دریابند و ہرچہ ایشان را طاقت شنیدن نباشد خود نگویم۔

بیمار چہارم۔ آن است کہ مسترشد بود و زیرک و فہیم و عاقل بود۔ یعنی مغلوب غضب و شہوت و حسد و حب جاہ و مال نبود و طالب و جوئیدہ راہ راست و طریق مستقیم بود و سوالے و اعتراضے کہ کنند از سر تعنّت (۶۸) و امتحان و حیلہ کنند۔ این یک بیمار علاج پذیرد۔ اگر بجواب وے مشغول گردی روا بود بلکہ واجب بود

ناکردنی دوم

آنکہ از واعظی و مذکّری احتراز کنی کہ آفات آن بسیار است اگر چہ دانی کہ آنچہ می گوئی نخست خود بعمل آوردہ باشی و از دین سخن اندیشہ کنی کہ با عیسیٰ گفتند "یا ابن مریم عظ نفسک فان اتّعظت فعظ الناس والا فاستحی من ربک"۔ (۶۹)

پند بہ واعظ و مذکّر

پس اگر چنانکہ باین عمل مبتلا گردی از دو چیز احتراز کن: یکے از تکلف کردن در سخن بہ عبارات و اشارات و نکتہ و طامات و ابیات و اشعار کہ خدائے تعالیٰ متکلفان را دشمن می دارند و تکلف چون از حد درگزرد دلیل کند بر خرابی باطن و غفلت دل از برائے آنکہ

تذکیر - آن ست کہ ذکر آتش و مصیبت آخرت کند و تقصیر کردن در خدمت خدائے تعالیٰ و اندیشہ کردن در عمر گزشتہ و از عقباتی کہ در راہ دارد ایمان بسلامت بردن و از قبضہ ملک الموت جستن و سوال منکر و نکیر را جواب دادن و از قیامت و موقفہائے آن و مناقشت و حساب و ترازو و صراط و گذشتن

از راه نبرد و درجوال خود نکنند چنانکه با تو گویند اولیتر چنان باشد که این مزد از ایشان بستانی و به درویشان نفقه کنی و راحتی به درویشان رسانی۔ بضرورت چون تو خرج کنی، درخیرے خرج کنی۔ و چون ایشان خرج کنند در فسق و فجور که شیطان بدین طریق خون خلق بسیار ریخته است و آفات این سخن بسیار است و در کتاب "اِحیاء" بگفته ایم از انجا طلب می کن۔

ازین چہار چیز احتراز می کن که نا کردنی ست و اما آنکه کردنی ست آن نیز چہار است باید که نگه داری:—

کردنی اول — آن که در معاملت که میان تو و میان خدائے تعالےٰ باشد۔ چنان کنی که اگر بندہ از آنِ تو درحق تو کند نه رنجی و پسندے و روا داری و بر وے خشم نه گیری که ہرچه از بندۂ خویش به پسندی و روا داری، باید که از خویش درحق خدائے تعالیٰ به پسندی۔ و آنکه از انجا که حقیقت است بندۂ تو نه بندۂ تست بلکه درم خریدۂ تست، و تو بندۂ حقیقی خدائے را که آفریدہ او آفریدگارِ تست۔

کردنی دوم آنکه در معاملت که میان تو و میان خلق باشد۔ با خلق چنان کنی که اگر با تو کنند به پسندی و روا داری و از ان نه رنجی :— "فلا یکمل اِیمَانُ ۲ لعبد ... ... سائرُ ۲ للنّاس ما یحب لنفسه" (۳۳)

کردنی سوم آنکه چون مطالعه علمی کنی و علمی خوانی باید که علمی باشد که اگر تو بدانی که عمر تو یک ہفته بیش نه مانده است بدان مشغول گردی و این معلوم است که اگر تو بدانی که عمر تو بیش از یک ہفته نه مانده است دران ہفته به علم خلاف و اصولِ فقه و کلام و امثال آن مشغول نه گردی زیرا که دران ہفته این علمہا به فریاد تو نخواہد رسید بلکه به مراقبت دل و معرفتِ صفات خود مشغول گردی و وے را از علایق

به رجا و امید واری خوانند، چون از مجلس برخیزند صفائی باطن ایشان چیزے
بگر دیده باشد و معاملہ ظاہر مبدل شده، و در طاعتے کہ کاہل تر بوده باشند
ہراس گیرند۔ کہ علم وعظ و تذکیر این باشد۔
و وعظی کہ نہ چنین باشد کہ گویند ہمہ وبال باشد ہم بر گوینده و ہم بر شنونده
بلکہ گویند غولی بود و شیطانی کہ خلق را از راه می بُرد و خون ایشان می ریزد و
ایشان را ہلاک جاودانہ می گرداند۔ بر خلق واجب است کہ از ایشان بگریزند
زیرا کہ آن فسادکہ ایشان کنند در دینِ خلق ہیچ شیطانی نتواند کرد و ہر انکس کہ
او را دستِ قدرت باشد بر وے واجب است کہ ایشان را از منبرہا بزیر
آورد واز سخن گفتن باز دارد زیرا کہ از جملہ امر معروف و نہی منکر بود۔
ناکردنی سوم آنکہ بر ہیچ بادشاه و ہیچ امیر سلام نہ کنی و با ایشان مجالست
و مخالطت نہ کنی بلکہ خود ایشان را نہ بینی کہ در دیدن ایشان و مجالست
و مخالطت آفاتِ بسیار است و اگر بدیدنِ ایشان مبتلا گردی فصالی (۷۰)
و مداحی و ثنا خوانی و دربانی کنی، و اگر یکے از ایشان بدیدنِ تو آید ہم چنین۔
فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ وَالظَّالِمُ وَمَنْ
دَعَا لِظَالِمٍ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَی اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْاَرْضِ (۷۱)
ناکردنی چہارم آنکہ از ایشان ہیچ قبول نہ کنی و اگرچہ دانی کہ آنچہ بتو می دہند
حلال است زیرا کہ طمع بمال ایشان کردن سبب فسادِ دین بود و از ان مداہنہ
(۷۲) و مراعاتِ جانبِ ایشان موافقت بر ظلم و فسق و فجور ایشان متولد گردد۔
و این ہمہ ہلاکِ دین است، و کمترین مضرتی کہ از ان تولد کند این است
کہ ایشان را دوست داری و ہر کہ کسے را دوست دارد بضرورت عمر او خواہد
ظلم و خرابی خواستہ باشد و ازین بتر چہ باشد۔ ہان و ہان، تا شیطان ترا

بیگروز ہم نہ دادی چون عائشہ رضی اللہ عنہا و امثال وے۔

اے فرزند درین فصل ملتمسہائے تو ہمہ نوشتم باید کہ ہمہ را بہ عمل آری و درمیانہ مارا آزاد گردانی و مرا بے دعائے فرونگذاری۔

امّا دعائے کہ خواستہٗ دعا در صحاح (۶۷) بسیار آمدہ است باید کہ از انجا یادگیری و ہمچنین در طرق اہل البیت علیہم السلام دعاہائے نیکوست از انجا طلب می کن و این یک دعائے علی الدوام می خوان علی الخصوص در عقب نمازہا۔ و دعا این است۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اسألك من النعمة تمامها ومن العصمة دوامها ومن الرحمة شمولها ومن العافية حصولها ومن الاحسان اتمه ومن الانعام اعمه ومن الفضل اعذبه ومن اللطف اقربه ومن العلم انفعه اللهم كن لنا ولا تكن علينا اللهم اختم بالسعادة آجالنا وحقق في الدارين اعمالنا واقرن بالعافية غدونا واصالنا واجعل الى رحمتك مصيرنا ومآلنا واصبب سحاب عفوك على ذنوبنا ومن علينا باصلاح عيوبنا۔

وَاجْعَلِ التقوىٰ زادنا۔ وَفِي دِينِكَ اجتهادنا۔ ثبتنا على نهج الاستقامة واعذنا من موجبات الندامة يوم القيامة۔ خفف عنا ثقل الاوزار۔ وارزقنا عيشة الابرار واكفنا۔ واصرف عنا شر الاشرار واعتق رقابنا ورقاب آبائنا وامهاتنا من النار برحمتك يا ارحم الراحمين۔

تمت بالخیر بعونہ

دنیا واخلاق ذمیمه پاک گردانی و به معرفت حق تعالی و اخلاق حسنه متصف
گردانی و به عبادت و بندگی مشغول شوی. و ردا داری که خود چنین
باشد که هیچ روزی و شبی نه گزرد که نه ممکن باشد که دران روز یا دران شب
وفات یابی -

این سخن بشنو و حقیقت دان و دران اندیشه کن و به عمل آور که البته ایمه
خلاص یابی. اگر ترا خبر دهند و گویند که تا هفتهٔ دیگر سلطان به سلام تو خواهد آمد
دانم که تو دران هفته به هیچ کار مشغول نه گردی. چرا؟ بدانکه دانم که هر که
و هر چه چشم سلطان بران خواهد افتاد پاکیزه و نیکو گردانی و آراسته و مزین کنی
از تن و جامه و سراے و فرش - اکنون اندیشه می کن و می دان که
سن اشارت به چه میکنم که تو زیرکی و زیرکان را اشارتی کفایت است

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میگوید - اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی
صُوَرِکُمْ وَلَا اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ

اکنون اگر خواهی که علم احوال دل بدانی در کتاب احیاء و دیگر تصانیف
ما طلب می کن و این فرض عین است بر همه مسلمانان و دیگر علمها فرض کفایتی
است. الّا این قدر که بدان امر خدای تعالی بگذارند - خدای تعالی ترا
توفیق دهاد که حاصل کنی -

کردنی چهارم آنکه از مال دنیا بیش از کفاف یکساله عیالان
حاصل نه کنی و رسول خدا صلوات اللہ علیہ از بهر بعضی حجرهاے خود
کفاف یکساله ساختی و گفتے :- اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا
(۷۵) و نه همه حجرها را کفاف یکساله ترتیب کردی بلکه یکساله آن کس ترتیب
کردی که دانستی که ضعیف است. اما آنکه دانستی که صاحب یقین است کفاف

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی درگاہِ والاجاہ سے نفاذ پذیر ہوا ہے ۔ اور اگر اُن نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت تمھیں معلوم نہیں تو پھر بتاؤ کہ تم نے اتنے برسوں میں کیا پڑھا ۔

ای فرزند ۔ اُن نصیحتوں میں سے جو آنحضرت صلعم نے اہل دنیا کے لئے فرمائیں ایک یہ ہے :۔

" بندہ سے خدا کے منہ پھیر لینے کی علامت یہ ہے کہ اُس کا بندہ کسی ایسی چیز میں مشغول ہو جسکو وہ (خدا) نہیں چاہتا' مرا د گناہ ۔ (یعنی اگر کوئی بندہ کسی ایسے شغل میں منہمک ہو جس سے خوشنودی و قربِ خدا مقصود نہ ہو تو یہ علامت ناراضیٔ خدا ہے) ۔ اگر کسی انسان کی عمر میں سے ایک گھڑی بھی ایسے کام میں ضایع ہوئی جس کے لئے وہ پیدا نہیں کیا گیا ہے تو یہ سزاوار ہے کہ اُس پر اُس کا غم دراز ہو جائے اور جس انسان کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہوگئی اور وہ نیکی پر غالب نہیں آیا تو وہ اپنے لئے آگ (یعنی دوزخ کی آگ) کی طرف جانے کا سامان مہیّا کرتا ہے " (۱)

اے فرزند ۔ نصیحت کرنا آسان ہے لیکن نصایح پر عمل پیرا ہونا مشکل امر ہے ' کیونکہ نصیحت کا ذائقہ من چلے ہوا پرستوں کے حلق میں کڑوا محسوس ہوتا ہے ' اور ممنوعات و گناہ اُنھیں مرغوبِ خاطر ہوتے ہیں ۔

نصیحت نامہ کا اردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ الطاہرین ۔

*قارئین کرام پر روشن ہو کہ خواجہ محمد الغزالی رح حجت الاسلام کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے، جو کہ برسوں آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر تحصیل علم میں مصروف و منہمک رہا تھا اور ہر علم سے بہرۂ وافر حاصل کر چکا تھا، ایک دن خیال کیا کہ میں نے برسوں محنت کی اور علم بھی کافی حاصل کیا جو مختلف شعبوں پر مبنی تھا مگر اب جو میں غور کرتا ہوں تو میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اِن علوم میں سے کون سا سب سے زیادہ مفید ہے ۔ اس خیال سے پریشان ہو کر وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ خاکسار چند سوالات کا حل جاننے کا خواستگار ہے اور تصدیعہ دہی کے لئے آنجناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ہے ۔ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اولین اور آخرین نصیحتوں کا فرمان شاہی

*نوٹ ۔ یہ اردو ترجمہ اونوڈھ کے مخطوطہ پر مبنی ہے ۔

صلعم ارشاد فرماتے ہیں :۔ "تمام انسانوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن اس عالم پر ہوگا جس نے بتوفیق الٰہی اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھایا"۔(۵)

کلام و ملفوظات مشائخ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ نے حضرت جنید قدس اللہ سرّہٗ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا۔ "اے ابو القاسم تیرا کیا حال ہے؟" جواب دیا کہ "عبادتیں اُڑ گئیں اور اشارات فنا ہو گئے اور ہمیں اُن سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مگر اُن زانوؤں نے ہمیں فائدہ دیا جن کو ہم نے آدھی رات میں (یادِ الٰہی میں) جھکایا" (۷)۔ [مطلب یہ ہے کہ جو عبادت رات کے وقت خلوص دل سے کی جاتی ہے وہ پروردگار کو پسند آتی ہے]۔

اے فرزند۔ عمل کرنے میں کبھی لاپرواہی نہ کر اور نیک کام اور روحانی ترقی میں سعی کرنے سے کبھی پہلوتہی نہ کر۔ اور خوب یاد رکھ کہ محض علم مدد نہیں کرتا ہے اور یہ نکتہ تجھے ایک مثال سے واضح ہو جائے گا :۔

مثال اول۔ اگر کوئی شخص بیابان میں جا رہا ہو اور اس کے پاس نیام میں دس تلواریں ہندستان کی بنی ہوئی ہوں اور اسی طرح دوسرے

تشریح :۔ اسی خیال کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس طرح ادا فرماتے ہیں :۔

ولقد نصحتک ان قبلت نصیحتی ۔ والنصح ارخص ما یباع ویوھب۔ (دیوان حضرت علیؓ)

معنی "اور تحقیق میں نے تجھ کو نصیحت کی اگر تو میری نصیحت قبول کرے ۔ اور نصیحت ارزاں ہے اُن چیزوں سے جو بیچی جائیں یا ہبہ کی جائیں"

علم و عمل

خصوصاً اُس شخص کے لئے جو علوم رسمی اور فضل و ہنر دنیاوی کی تحصیل میں مشغول رہے مثل تمہارے (نصیحت قبول کرنا دشوار ہے) ۔ کیونکہ طالب علم جانتا ہے کہ محض علم ہی اُس کی بہبودی کا وسیلہ ہو سکتا ہے ' اور اس کی نجات اور آزادیِ اخروی علم حاصل کرنے پر ہی منحصر ہے ۔ اُس کے لئے عمل کرنا بیکار ہے اور اس کو عمل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ مگر یہ اعتقاد بُرا ہے اور فیلسوفوں کا مذہب ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ! وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ جب کوئی انسان علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اس پر حجت اور دلیل زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے ۔ اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ رسول خدا

مفید کام کرکے خود کو رحمتِ خدای تعالیٰ کے مستحق نہ
بنائے تو رحمت تجھ پر وارد نہ ہوگی ۔ سنو ۔ قرآن مجید
میں کیا ارشاد ہے :۔ " انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ
اس کی مساعی جمیلہ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے " [یعنی بلا محنت
وسعی کے کچھ نہیں ملتا ۔ "بی رنج گنج میسر نمی شود"]۔ (۹)

ای فرزند۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے کہیں پڑھا ہوگا
کہ یہ آیت منسوخ و بے معنی ہے ۔ (مگر میں کہتا ہوں کہ
یہ بات کہنے والا شخص منسوخ و بیکار ہے اور اگر بفرض
محال میں یہ مان بھی لوں کہ یہ آیت منسوخ ہے ، تو
مندرجہ ذیل دیگر آیتوں کے بارہ میں وہ لوگ کیا کہتے
ہیں :۔ " پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات چاہتا
ہے اسے نیک کام کرنے چاہئیں ۔ بدلہ ہے اس عمل
کا جو کچھ وے کر رہے تھے ، بدلہ ہے اسی کا جو کچھ وے
حاصل کر رہے تھے ۔ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے
اور جنہوں نے نیک کام کیے اُن کے واسطے بہشت کے
باغ منزل تھی جہاں وے ہمیشہ رہیں گے مگر جس نے
توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیا "۔ (۱۰)

اور مندرجہ ذیل حدیثوں کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں:
اسلام کی بنیاد پانچ باتوں اور اصولوں پر ہے :۔
اوّل ۔ شہادت اس کی کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ ۔
دوم ۔ یہ کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول مصطفےٰ ہیں ۔

اچھے ہتھیار بھی رکھتا ہو اور اس کے علاوہ ہتھیار چلانے والا جنگ آزما بھی ہو، اور ناگاہ کوئی شیر اس کے سامنے آجائے۔ اُن تمام ہتھیاروں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟۔ کیا وہ شخص اُن کو استعمال کیے بغیر اُس شیر کے شر کو دفع کر سکے گا یا نہیں؟۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ نہ کر سکے گا۔ اسی طرح بعینہ یہ بات سمجھ لو کہ اگر کوئی عالم سو ہزار مسئلۂ علمی پڑھ لے اور یاد کر لے مگر اُن پر عمل نہ کرے تو اس کو اِس عقل سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

دوسری مثال۔ اگر کوئی انسان بیمار ہو اور اس کی بیماری کی تکلیف مثلاً حرارت اور صفرا سے ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس بیماری کا علاج آب جو اور سکنجبین ہے پھر بھی وہ یہ دوائیں نہ کھائے تو اس کا علم اس کی بیماری کو زائل کر دے گا یا نہیں؟ اور تم جانتے ہو کہ نہ کرے گا۔ **بیت**

"اگر تو دو ہزار پیالے شراب سے بھرے اور دوسروں کو دے، تو جبتک تو خود شراب نہ پیئے گا تجھ پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوگا۔"

اگر تو سو برس تک علم پڑھے اور ہزار بار کتابوں کی ورق گردانی کرے مگر ان پر عمل نہ کرے اور نیک و

ہے۔ تو میں بھی کہتا ہوں کہ ہاں پہونچتا ہے لیکن خود
آسانی سے کب پہونچتا ہے۔ اُس کی راہ میں بہت
سی رکاوٹیں ہوتی ہیں اور اِن کے بعد وہ پہونچتا
ہے:-

پہلی رکاوٹ یہ ہے کہ ایمان کو اپنے ساتھ صحیح
و سلامت لے جاتا ہے اور بہشت میں پہونچتا ہے
پھر بھی ایک مفلس بہشتی ہوتا ہے۔

اے فرزند۔ یقین رکھ کہ جب تک تو کام نہیں
کریگا تجھے مزدوری نہیں ملے گی۔

حکایت

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص بہت برسوں تک
عبادت کرتا رہا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اُس کا
خلوص فرشتوں کو دکھائے۔ اِس لئے ایک فرشتہ
کو بھیجا کہ اُس عابد سے کہہ "تو کبتک یہ جدوجہد
جاری رکھے گا اور ریاضت کی محنت شاقّہ برداشت
کرے گا کیونکہ تو مستحق (رحمت) نہیں ہے"؟

وہ فرشتہ آیا اور عابد کو پیغام الٰہی سنایا۔ عابد
نے جواب دیا کہ "مجھے بندگی کرنے کے لئے پیدا
کیا گیا ہے، مجھے تو بندگی کرنے سے غرض ہے،
خداوندی وہ جانتا ہے"۔ وہ فرشتہ بارگاہِ
باری تعالیٰ میں حاضر ہوا اور عرض کیا:-

سوم - زکوٰۃ دینا - چہارم - رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا
اور پنجم - کعبہ شریف کی حج کرنا - یہ اُس کے لئے فرض
ہے جسے اِس کی استطاعت ہو -

ایمان کی تعریف یہ ہے کہ زبان سے جو بات کہیں
دل سے اُس کی تصدیق کریں، اور اعضا و جوارح سے
اُس پر عمل کریں - (١١)

اور اس کے لئے بیشمار دلائل ہیں - اگر تو میرے
کہنے کا منشا، یہ سمجھا ہے کہ بندہ اپنے عمل سے ہی بہشت
مین جائے گا نہ کہ خدائے عزوجل کے کرم و رحمت سے،
پس جان لے کہ تو نے ابھی میری بات نہیں سمجھی -

یاد رکھو میں یہ نہیں کہتا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ
" بندہ خدای تعالیٰ کے رحم و فضل و کرم سے بہشت
میں جاتا ہے مگر جب تک وہ خود کو طاعت و ریاضت
سے رحمت کے لائق اور مستحق نہیں بنا لیتا ہے،
تب تک اُس پر ابر رحمت روح افزا پانی نہیں
برساتا - یہ بات میں نہیں کہتا ہوں بلکہ خدائے
تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے :- " تحقیق اللہ کی
رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے "- (١٢)

جب رحمت اُس پر نازل نہیں ہوتی ہے تو وہ
بہشت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے - اور اگر کوئی
کہے کہ مجرد ایمان کے وسیلے سے وہ بہشت میں پہونچتا

ایک دن رسول خدا، سرور کائنات نے صحابہ میں سے ایک سے فرمایا :- "اے فلاں شخص، رات میں زیادہ مت سو۔ تحقیق رات میں نیند کی زیادتی اپنے صاحب (یعنی سونے والے) کو قیامت کے دن فقیر (کی خراب وخستہ حالت میں) چھوڑتی ہے"۔ (١٦)

اے فرزند۔ **امر** یہ ہے کہ رات میں تہجّد کی نماز (یعنی دو بجے رات کی نماز) پڑھ۔ یہ تیرے واسطے زیادہ ہوگی (یعنی نفل ہوگی نہ فرض)۔ (١٧)

شکر یہ ہے کہ صبح کے وقت، وہ لوگ معافی مانگتے ہیں (١٨)
اور **ذکر** یہ ہے کہ علی الصباح وہ معافی مانگتے ہیں۔ (١٩)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "تین آوازیں ایسی ہیں جنھیں خدا محبت کرتا ہے :- اوّل مرغ کی آواز۔ دوم اس شخص کی آواز جو قران مجید پڑھتا ہے۔ اور سوم صبح کے وقت معافی مانگنے والوں کی آواز"۔ (٢٠)

سفیان ثوری نے کہا ہے :- "تحقیق اللہ تعالیٰ اس ہوا کو پیار کرتا ہے جو صبح کے وقت چلتی ہے اور وہ ہوا ذکروں کو اور استغفار (یعنی توبہ وانابت) بادشاہ جبّار، قادر مطلق کی طرف اٹھا لیجاتی ہے"۔ (٢١)

اور یہ بھی ان ہی نے فرمایا ہے :- "جب رات کا

"الٰہی تو بھیدوں کا جاننے والا ہے اور جانتا ہے کہ اُس عابد نے کیا کہا"۔ بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ "جب وہ اپنی بندگی سے باز نہیں آتا تو ہم بھی اپنی کریمی سے اُس سے قطع نظر نہیں کرتے"۔* "گواہی دو، اے فرشتو! کہ تحقیق میں نے اُس کے واسطے (یعنی اُس کے گناہوں کو) معاف کر دیا"۔(۱۳)

اے فرزند۔ سُن کہ حضرت رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "حساب کرو پیشتر اِس کے کہ تمھارا حساب کیا جائے اور تولو پیشتر اس کے کہ تم کو تولا جائے"۔ یعنی روزِ حساب جب تمھارے اعمال نیک و بد کا حساب کیا جائے گا اُس وقت تم کو پشیمانی نہ اٹھانی پڑے، اس لئے تمھارا فرض ہے کہ تم اُس کے پہلے ہی اپنے اعمال کی خود جانچ کر لو اور انھیں سُدھارو۔(۱۴)

حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے یہ گمان کیا کہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے جنت مل جائیگی اس نے بڑی غلطی کی"۔ خدا کی رحمت ہو اُن پر (حضرت علی پر)۔

---

* امام صاحب نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" کے حصۂ چہارم باب ہفتم میں بھی ایک ایسے بنی اسرائیل کی حکایت دی ہے جس نے برسوں عبادت کی تھی۔

ہے

شعر

"البتہ تحقیق آدھی رات کو کبوتر نے آواز دی'
جوان کا ہلوں پر' اور بہ تحقیق میں سونے والا ہوں۔
میں جھوٹ بولا' قسم کعبہ کی' اگر میں عاشق ہوتا تو
ہرگز کبوتر مجھ سے رونے میں سبقت نہ لیجاتے" (۲۴)

طاعت و عبادت

اے پسر نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تو اس بات کو جانے کہ طاعت وعبادت کیا ہے۔ اب یہ یاد رکھ کہ طاعت وعبادت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے اُن باتوں میں جن کے لئے حضور نے حکم دیا ہے یا جن کو منع کیا ہے یا جو کچھ فرمایا یا کر کے دکھایا ہے۔ یعنی جو کچھ تو کرے اور جو کچھ نہ کرے اور جو کچھ تو بولے اور جو کچھ نہ بولے سب کچھ حکم کے مطابق ہو۔ اگر تو کچھ کہے تو وہ فرمان کے مطابق کہے اور اگر کچھ نہ کہے تو وہ بھی بہ تعمیل ارشاد نہ کہے اور اگر کچھ کرے تو فرمان کے مطابق کرے اور اگر نہ کرے تو بہ تعمیل ارشاد نہ کرے۔ اور یاد رکھ کہ اگر تو کوئی کام کرے جو اگرچہ بظاہر اعبادت معلوم ہوتا ہو مگر وہ علم کے مطابق نہ ہو تو وہ عبادت نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ خواہ وہ نماز اور روزہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کوئی دونوں عید اور تشریق کے تین دنوں میں روزہ رکھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ باوجودیکہ یہ بظاہر عبادت کی صورت رکھتا ہے۔ مگر چونکہ حسب الحکم نہیں ہے لہذا گنہگار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ناپاک کپڑوں سے یا کسی ناپاک جگہ میں کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ گنہگار ہوگا اگرچہ بظاہر یہ نماز عبادت کی صورت رکھتی ہے' کیونکہ یہ فرمان کے موافق ادا نہیں کیگئی۔ اسیطرح اگر کوئی اپنی منکوحہ عورت سے ہنسی دل لگی کرے تو اُسے اس سے ثواب حاصل ہونگے جیسا کہ

پہلا حصہ ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے منادی آواز لگاتا ہے کہ " خبردار ! کھڑے ہوجاؤ ۔ عابدو" ۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، جس قدر کہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے ۔ پھر آدھی رات کو منادی آواز لگاتا ہے کہ " خبردار، کھڑے ہوجاؤ ۔ دعا مانگنے والو ! " پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں صبح تک ۔ پھر جب صبح ہوجاتی ہے تو منادی آواز لگاتا ہے کہ " خبردار، کھڑے ہوجاؤ ۔ معافی مانگنے والو ! " ۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں ۔ پس جب صبح صادق ہوجاتی ہے تو منادی آواز لگاتا ہے کہ " خبردار، کھڑے ہوجاؤ ۔ غفلت کرنے والو ! " ۔ پس وے کھڑے ہوجاتے ہیں خوفزدہ، اس طرح کہ جیسے مردے اپنی قبروں سے اُٹھے ہوں " + (۲۲)

اے فرزند ۔ وصایا ے لقمان میں لکھا ہے کہ حضرت لقمان اپنے لڑکے کو وصیت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ " اے بیٹے، مرغ تجھ سے زیادہ عقلمند نہ ہوجائے، جو کہ صبح کے وقت بولتا ہے اور تو سوتا رہتا ہے + (۲۳)

اور جس شاعر نے یہ دو بیت کہی ہیں اس نے ایک نہایت اچھی اور مفید بات کہی

سمجھائے تو وہ یہ نہیں کرسکتا۔ اے فرزند! اگر کوئی ایسا شخص جو پیدائشی نامرد ہو کسی ایسے دوسرے شخص کو خط لکھے جو لذت مجامعت حاصل کرچکا ہو اور اس سے یہ خواہش کرے کہ تو مجھے یہ بات لکھ کہ جماع میں کیا لذت ہے؟ تاکہ میں اس سے حظ اٹھاؤں۔ تو اس شخص کو اس خط کا جواب یہی لکھنا پڑیگا کہ "اے فلاں، میں سمجھا کہ تو نہ صرف نامرد ہے بلکہ احمق بھی ہے۔ مجامعت کی لذت ذوقی ہے کہ جب تو خود اس پر قادر ہوگا تب ہی جان سکیگا اور بصورت دیگر یہ بات کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتی"۔ اے فرزند، تیرے بعض سوال ایسے ہی ہیں، لیکن جو کچھ کہ تحریر و تقریر میں درسایا جاسکتا ہے وہ ہم نے اپنی کتاب احیاء العلوم اور دیگر کتب میں تشریح کے ساتھ لکھدیا ہے، اُن مقامات پر ڈھونڈھ لو لیکن یہاں بھی اشارۃً ہم کچھ لکھ دیتے ہیں۔

واجبات سالک

تو نے پوچھا ہے کہ سالک راہ خدایتعالیٰ کو کیا کرنا چاہیے۔ یاد رکھ اول فرض جو سالک پر واجب ہے وہ ایسا اعتقاد پاک ہے جسمیں بدعت نہ ہو۔

دوم توبۂ نصوح، ایسی توبہ کہ اس کے بعد پھر کبھی غار معاصی میں پھسل کر نہ گر پڑے۔

سوم دشمن کو خوش کرنا۔ یہ اس لئے کہ کسی مخلوق کو اُس پر حق نہ رہے۔

چہارم علم شریعت اس قدر حاصل کرنا کہ اُس کی مدد سے احکام الٰہی کی تعمیل کرسکے اور اس سے زیادہ علم شریعت جاننا اُسے ضروری نہیں ہے۔ دوسرے علوم اُسے صرف اس قدر جان لینے چاہئیں کہ وہ نجات اور خلاصی حاصل کرسکے اور صرف اتنا حاصل کرنے کے بعد ان علوم سے دست بردار ہوجائے۔ اور یہ بات ایک حکایت سے تیری سمجھ میں آئیگی۔

حکایت اول

مشائخ کی حکایتوں میں لکھا ہے کہ شبلی رح نے فرمایا تھا کہ میں نے چار سو اُستادوں کی خدمت کی اور اُن سے چار ہزار حدیثیں پڑھیں اور ان چار ہزار حدیثوں میں سے میں نے

حدیث میں لکھا ہے اگرچہ یہ لہو و لعب ہے کیونکہ یہ کام مطابق فرمان کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ
عبادت کا مفہوم فرمان کی تعمیل ہے نہ کہ محض نماز و روزہ، کیونکہ صرف وہی نماز اور روزہ
عبادت ہوتی ہے جو کہ مطابق فرمان کی جائے۔ پس اے فرزند یہ لازمی ہے کہ تیرے افعال اور
اقوال مطابق فرمان ہوں، یعنی وے مطابق حکم شرع ہوں، کیونکہ مخلوقات کا وہ علم و عمل جو بغیر
حکم حضرت مصطفےٰ صلعم کیا جائے گمراہی ہے اور خدا سے دوری کا سبب ہے۔ اور یہی سبب ہے
کہ آنحضرت نے صلوٰۃ اللہ علیہ جملہ علم ہائے سابق کو منسوخ کر دیا۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ بغیر
حکم کے دم نہ مار، اور اس امر کا یقین رکھ کہ خدا تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ اِن علموں کی مدد
سے جو تو نے حاصل کیے ہیں طے نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح صوفیانِ رسمی جو کلمات خلاف شرع
کہتے ہیں اور لاف و گزاف آمیز باطل باتیں کہتے ہیں اُن کے فریب میں نہ آجانا کیونکہ یہ راستہ
مجاہدت و ریاضت سے طے کیا جا سکتا ہے۔ ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانی کو مجاہدت
و ریاضت سے اپنے قابو میں رکھنا چاہیے، اور لاف و گزاف و سخنہا سے باطل سے ہوائی
قلعے نہ بنانے چاہئیں۔ ناموزوں باتوں اور تاریک خیالات میں مبتلا رہنا پسندیدہ نہیں ہوتا۔
مطلق العنان زبان اور مغلوب نفس دل اور بے حد غفلت شقاوت اور بدبختی کے
نشان ہیں۔ جبتک کہ ہمارے نفس امارہ کی ہوا و ہوس صدق و صفا اور مجاہدت و ریاضت
سے مقہور و مجبور نہ کی جائیں گی تب تک دل کو انوارِ معرفتِ الٰہی سے
نئی زندگی اور حیاتِ تازہ نہ ملیگی۔

اے فرزند۔ تو نے چند مسائل پوچھے ہیں، اُن میں سے بعض ایسے ہیں جن کا
جواب کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے میں نہیں آسکتا ہے اگر تو اُس درجہ اور مقام تک پہونچ
جائیگا تو خود سمجھ لیگا اور اگر نہ پہونچیگا تو ان باتوں کا سمجھنا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ
وہ باتیں ذوق سے متعلق ہیں اور جو کچھ ذوق سے تعلق رکھتا ہے وہ کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے
میں نہیں آسکتا۔ مٹھاس اور کڑواپن، کھٹاس اور رنگینی کو اگر کوئی چاہے کہ وہ تحریر سے کہے یا لکھکر

فایدے کون کون سے ہیں"؟ - حاتم نے عرض کیا - " اے اُستاد

پہلا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اِس جہان فانی کی تمام مخلوقات کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہر کس و ناکس کسی نہ کسی محبوب اور معشوق کو اپنا دل دے چکا ہے اور وہ محبوب اور معشوق ایسے ہیں کہ بعض تو مرض الموت تک اُس کے ساتھ رہتے ہیں اور بعض موت تک اور چند قبر کے کنارے تک ساتھ دیتے ہیں اور پھر اُس کو خاک میں ملا کر واپس آجاتے ہیں، اور اُس کو قعرِ گور میں تن تنہا چھوڑ دیتے ہیں - کوئی معشوق اُس کے ساتھ قبر کے اندر نہیں گیا اور نہ اُس کا غمخوار بنا - پس میں نے غور کیا اور اپنے دل میں خیال کیا - " محبوب وہی بہترین اور خوبترین ہے جو اپنے عاشق کے ساتھ قبر میں جائے اور تاریکیٔ قبر میں روشنی کی طرح کام آئے - پس میں نے بہت غور کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ محبوب جس میں یہ صفت ہے **اعمال نیک** ہیں، اِس لئے میں نے اُن کو اپنا محبوب بنایا تاکہ وہ میرے ساتھ قبر میں رہیں اور وہاں چراغ کا کام دیں - قیامت کی منزلوں میں میرے ساتھ رہیں اور دکھ درد سہیں" - شقیق نے کہا "شاباش، زندہ باش، اے حاتم (۴۳) - تو نے بہت خوب اور اچھی بات کہی - دوسرا فائدہ کیا ہے؟" حاتم نے عرض کیا - " اے اُستاد

دوسرا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس جہان فانی کی تمام مخلوقات کو بنظر تعمق دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ سب لوگ اپنے ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں اور نفس امارہ کے مطیع ہیں - پس میں نے اس آیت پر غور کیا کہ " ولیکن جس شخص نے اپنے مالک کے حضور میں کھڑے ہونے سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات (نفسانی) سے باز رکھا، پس تحقیق جنت اُس کے لئے جائے امن ہے (۴۴) - میں نے

صرف ایک حدیث کو اختیار کیا ہے، کیونکہ علم اولین و آخرین کو میں نے اُس ایک حدیث میں مضمر دیکھا اور وہ حدیث یہ ہے جو آنحضرت صلعم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمائی :- "تو اپنے قیام زندگی کے موافق دنیا کے واسطے عمل کر اور خدا کے واسطے اُتنا ہی عمل کر جتنی تجھکو اُس کی طرف حاجت ہے اور آگ (یعنی دوزخ) کے لئے اُتنا عمل کر جتنا تو اُس آگ کو صبر سے سہہ سکتا ہے (۳۱)

اے فرزند، اِس حدیث سے تجھکو معلوم ہوگیا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ علم بہت پڑھنا اور حاصل کرنا ایک فرض کفایہ ہے (یعنی فرض عین نہیں ہے) اور دوسروں نے یہ وزن تیری گردن سے ہٹا لیا ہے۔

اِس دوسری حکایت پر بھی غور کر تاکہ تیرا یقین واثق تر ہو جائے :-

حکایت دوم

منقول ہے کہ حاتم اصم رح شقیق بلخی رح کے شاگردوں اور مریدوں میں سے ہیں۔ ایک دن شقیق نے اُن سے کہا "اے حاتم کتنی مدت ہوئی کہ تو میری صحبت میں ہے اور میری نصایح سنتا ہے؟" حاتم نے عرض کیا "تینتیس ۳۳ برس سے" شقیق نے فرمایا "اتنی مدت مدید میں تو نے مجھ سے کیا سیکھا اور کتنے مفید اقوال مجھ سے سُنے؟" حاتم نے عرض کیا "آٹھ مفید پند حاصل کی ہیں" شقیق نے تعجب سے کہا "ہم خدا کی ملک ہیں اور تحقیق اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ (۳۲) - میں نے اپنی تمام عمر تیری بہبودی کے لئے صرف کی مگر تو نے مجھ سے صرف آٹھ باتیں حاصل کیں، اور اِن سے زیادہ کچھ نہیں"۔ حاتم نے عرض کیا "اے اُستادِ شفیق، اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ایسی ہی بات ہے اور مجھے اِن سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میرے لئے صرف اِتنا ہی علم کافی و وافی ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دونوں جہان میں میری خلاصی اور نجات اِن ہی آٹھ فواید پر منحصر ہے" شقیق نے فرمایا "اے حاتم سُنا۔ یہ آٹھ

ہیں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ درگاہِ ذوالجلال میں سرفراز ہوں"۔ شقیق نے مرحبا کہا۔

پانچواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے ہر قوم کو ایک دوسرے کی برائی کرتے ہوئے پایا اور عیب جوئی میں منہمک دیکھا۔ جب میں نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص دوسرے کے مال وجاہ وعلم کو دیکھکر حسد کرتا ہے اور اس لئے یہ حالت ہے۔ پس میں نے اس آیت پر غور کیا "ہم نے اُن کے درمیان اُن کی روزی کو تقسیم کر دیا" (۴۴)۔ اس لئے میں نے سمجھ لیا کہ ہر شخص کی قسمت روزازل میں ہی بنا دی گئی ہے اور کسی کو اس میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کسی پر حسد نہیں کیا اور خدا نے میری قسمت میں جو کچھ معیّن کر دیا تھا اس پر راضی ہوا' اور اس دنیا کے ہر کس و ناکس سے صلح کر لی"۔ شقیق نے کہا۔"اللہ تجھے برکت دے"۔

چھٹا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا میں بنظر غور دیکھا تو یہ سمجھ میں آیا کہ ہر قوم ایک دوسرے کی دشمن ہے۔ اور ہر شخص کسی نہ کسی سبب اور غرض کی وجہ سے دوسروں سے مخاصمت رکھتا ہے۔ اس لئے میں نے اس آیت میں تامل کیا۔" درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے' پس تم بھی اُسے اپنا دشمن سمجھو" (۴۵)۔ میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے' اور سوائے شیطان اور اُس کے پیروؤں کے انسان کا کوئی دشمن نہیں ہے' اس لئے میں نے شیطان کو اپنا دشمن جانا اور اُس کا کہنا نہ مانا اور نہ اُس کی پرستش کی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا فرمان مانا اور اُس کی ہی پرستش کی اور اُس کی ہی اطاعت کی' کیونکہ سیدھی راہ یہی ہے۔ جیسا کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔" کیا میں نے تمھاری طرف عہد نہیں کیا ہے' اے اولادِ آدم' کہ شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ درحقیقت وہ تمھارا جانی دشمن ہے' اور

بہ یقین یہ سمجھ لیا کہ قرآن پاک سچ ہے اور برحق۔ اس لئے میں نے نفس کے خلاف جہد کرنے کے لئے کمر ہمت کس لی اور اسے مجاہدہ کی کٹھالی میں رکھکر اس کی ایک بھی آرزو پوری نہ کی۔ حتیٰ کہ وہ طاعت الٰہی پر راضی ہوگیا۔ شقیق نے کہا " اللہ تعالیٰ تجھے برکت دیے (۳۷)، تو نے خوب کہا اور بہت اچھا کہا"۔

تیسرا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا کو بنظر تامل دیکھا تو میری سمجھ میں آیا کہ اِس دنیا میں ہر شخص کوشش اور رنج میں مبتلا ہے اور جب دنیا کی اِن ہیچ اور ادنیٰ چیزوں میں سے اُسے کوئی چھوٹی سی چیز مل جاتی ہے تو وہ اس سے نہایت خوش ہوتا ہے، گویا اُسے ایک نعمت عظمیٰ مل گئی ہے۔ پس میں نے اس آیت پر تامل کیا کہ " جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہو جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے، مگر جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ دایم قایم رہتا ہے" (۳۸)۔ پس میں نے جو سرمایہ دنیا کی چیزوں کا اکٹھا کیا تھا وہ راہ حق میں خیرات کر دیا اور فقیروں وغریبوں کو تقسیم کر دیا۔ اور بطور امانت خدا کے سپرد کر دیا تا کہ اُس کی درگاہ لایزال میں قایم رہے اور راہِ آخرت میں میرے لئے توشہ و رہبر ہو۔ شقیق نے کہا۔ " اللہ تمھکو نیک بدلہ دے" (۳۹)

چوتھا فائدہ

یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک گروہ ایسا ہے جو خیال کرتا ہے کہ انسان کی فضیلت اور عزت اور بزرگواری قبایل اور رشتہ داروں کی زیادتی پر منحصر ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گروہ اِسی بات پر فخر کرتا ہے۔ دوسرا گروہ سمجھتا ہے کہ انسان کا شرف غصہ ور ہونے، مارنے، قتل کرنے اور خونریزی کرنے میں ہے۔ تیسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ (انسان کا شرف) فضول خرچی میں ہے۔ پس میں نے اس آیت پر غور کیا کہ " تحقیق خدا کے نزدیک تم میں سے وہی سرفراز ہوگا جو متقی اور پرہیزگار ہے"۔ (۴۰)۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ سچ ہے اور خلق کے خیالات و گمان باطل ہیں۔ اس لئے

اے فرزند' اِن دونوں حکایتوں سے تجھے معلوم ہو گیا کہ تجھے زیادہ
علم کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم پھر اپنی بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور
سالک راہ خدا پر جو عمل واجب ہے وہ تمام و کمال لکھتے ہیں۔ اے فرزند
پانچویں نشانی۔ پیر ایسا ہونا چاہیے کہ جو اپنے مرید کی رہنمائی
اور تربیت جیسی چاہیئے ویسی کرے۔ بُرے اخلاق اُس سے دور کر دے اور
اُن کی جگہ ستودہ و پسندیدہ اخلاق اُس کے دل میں بھر دے۔ اور تربیت
کے معنی یہ ہیں کہ کاشتکار کی طرح کام کرنا چاہیے' جو کہ غلّہ کی تربیت کرتا ہے
یعنی ہر نکمّی گھاس پھوس جو کہ غلہ کے ساتھ اوگ آئی ہے' نکال کر غلہ سے دور
پھینکدیتا ہے' اور اسی طرح کنکر' پتھر' مٹی کے ڈھیلے وغیرہ جو کھیت کے اندر
ہوتے ہیں باہر پھینک دیتا ہے اور پانی و کھاد ڈالتا ہے تاکہ غلہ کی پرورش
ہو اور وہ اچھی طرح نشو و نما پائے۔ درحقیقت کسی سالکِ راہ خدا یتعالیٰ
کو بغیر پیر مربی کے کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا یتعالیٰ نے پیغمبرؐ کو اس
دنیا میں اس لئے بھیجا تھا کہ آپ خدا یتعالیٰ کی راہ دنیا والوں کو دکھائیں اور
اُنھیں اُس راہِ راست پر چلائیں جو خدائے عزوجل کی درگاہ میں پہنچتی ہے۔
اور جب آنحضرتؐ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو آپ نے اپنی
جگہ پر نائبان چھوڑے تاکہ وے قیامت تک مخلوقات کے واسطے راہِ حق
کے رہنما ہوں۔ پس سالک کو کسی پیر روشنضمیر کے سایے میں رہنا اور
اُس کا دامن پکڑنا لازمی اور ناگزیر ہے تاکہ یہ پیر رسولؐ کا نائب ہو اور
راہ خدا پر ہدایت کرے۔

اس پیر کی نشانی جو رسولؐ کی نیابت کے قابل ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ عالم ہو' مگر ہر شخص
جو عالم ہو پیر بننے کے لئے شایستہ نہیں ہوتا بلکہ اس کام کی اہلیت اُس عالم کو ہے جس میں چند نشانیاں

یہ کہ میری پرستش کرو، یہی سیدھی سڑک ہے" (۴۶) شقیق نے کہا "شاباش!"

ساتواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے اس دنیا میں بنظر تامل دیکھا تو میری سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اپنی روزی اور معاش کے لئے سخت کوشش اور جد وجہد کرتا ہے اور اس سبب سے ناکردنی کاموں اور شبہات کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے، اور خود کو خوار و بے مقدار بنائے ہوئے ہے۔ پس میں نے آیت میں تامل کیا کہ "اور کوئی زمین پر چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی خدا پر ہے (یعنی خدا ہر مخلوق کو رزق پہونچاتا ہے)" (۴۷)۔
پس میں نے سمجھ لیا کہ قرآن پاک سچ ہے اور میں رُوئے زمین کی مخلوقات میں سے ایک ہوں۔ اس لئے میں خدا تعالیٰ کی عبادت و تذکیر میں مشغول ہوا اور بخوبی یقین کرلیا کہ وہ میری روزی ضرور پہونچا دیگا کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے۔

آٹھواں فائدہ

یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کسی دوسرے انسان یا چیز پر بھروسہ رکھتا ہے۔ کسی نے سونے چاندی، مال و دولت پر بھروسہ کیا ہے، تو دوسرے نے اپنی جائداد غیر منقولہ اور املاک پر، تو تیسرے نے اپنی آمدنی اور پیشہ اور صنعت وحرفت پر، تو چوتھے نے اپنے جیسے کسی دوسرے انسان پر۔ پس میں نے اس آیت میں تامل کیا کہ "اور جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے، اُس کے لئے وہی کافی ہے" (۴۸)۔ اِس لئے میں نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور وہ میرے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے (۴۹)۔ شقیق نے کہا "اے حاتم۔ اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے کیونکہ میں نے توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان مجید میں بنظر تامل دیکھا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ چاروں مقدس کتابیں اِنہی آٹھ فائدوں پر مبنی اور منحصر ہیں۔ جو شخص اِن کو اپنا دستور العمل بنائیگا وہ گویا اِن چاروں کتابوں کو اپنا رہنما بنائیگا۔

ایسے مسئلہ میں بھی جس میں وہ سمجھتا ہو کہ پیر غلطی پر ہیں بحث و حجت نہ کرے اور سالک کو چاہیئے کہ پیر کے حضور میں سجادہ نہ بچھائے بجز اُس وقت کے کہ جب نماز پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجادہ لپیٹ کر رکھ دے اور پیر کے سامنے نماز نافلے بہت دیر تک نہ پڑھے پیر جو حکم دے اسکے مطابق عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے

احترام باطن - مگر باطنی عزت یہ ہے کہ جو کچھ ظاہر میں پیر سے سُنے اُس سے باطن میں انکار نہ کرے نہ تو گفتار میں نہ تو کردار میں ورنہ منافق ہوگا - اور اگر سالک یہ بات نہ کر سکے تو اسے چاہیئے کہ پیر کی صحبت ترک کر دے تا وقتیکہ باطن بھی ظاہر کے موافق ہو جائے۔

چھٹا - یہ کہ سالک کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے اور یہ بات اُسے اُس وقت میسر ہوگی جبکہ وہ صحبت بد سے پرہیز کریگا تاکہ شیاطین الانس و جن کا قبضہ اسکی ولایت دل سے ہٹ جائے اور شیطانیت کی آلودگی اُس سے دور ہو جائے

ساتواں - یہ کہ ہر حال میں درویشی و فقر کو تونگری پر ترجیح دے اور اپنا شعار و دثار بنائے اور مندرجہ صدر سات باتیں ایسی ہیں جو سالک راہ خدائے تعالیٰ کے لیے واجب ہیں

تصوّف

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ تصوّف کیا ہے یاد رکھ کہ تصوف دو چیزیں ہیں: - ایک تو خدا کے ساتھ سچائی اور دوسری خلق خدا کے ساتھ نیکی - جو شخص خدئے تعالیٰ کے ساتھ سچائی کا سلوک کرتا ہے اور خلق خدا کے ساتھ خوش خلقی اور بُردباری کے ساتھ پیش آتا ہے وہ صوفی ہے اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ سچائی یہ ہے کہ اپنے نفس کی لذتوں کو خدا کے حکم پر نثار کر دے اور خلق خدا کے ساتھ خوش خلقی یہ ہے کہ اپنی رنج کی مراد حاصل کرنے کے لیے کسی کی حق تلفی نہ ہونے دے بلکہ اپنی حق تلفی اُنکی مراد کے لیے ہونے دے تاوقتیکہ ان کی مراد موافق شرع ہو (یعنی دوسرے کی

ہوں۔ اور ہم بطریق اختصار اُن نشانیوں میں سے بعض بیان کرتے ہیں تاکہ ہر کس وناکس یہ دعویٰ (پیر بننے کا دعویٰ) صرف تھوڑا سا علم حاصل کرکے ہی' نہ کرسکے:۔

پیر کی نشانیاں

جس انسان نے دُنیا اور طمع' منصب اور مرتبہ کی محبت سے منہ پھیر لیا ہو (یعنی ان کی پرواہ نہ کرتا ہو) اور اُس کی ذاتی متابعت سلسلہ وار رسول مقبول تک پہونچتی ہو اور آنحضرتؐ کے ارشاد کے موافق اُس نے ہر طرح کی ریاضت کی ہو' مثلاً کم کھانا' کم بولنا' نماز بہت پڑھنا' روزہ بہت رکھنا اور صدقہ بہت دینا۔ اور آنحضرتؐ کی منور مثال کو شمعِ راہ بنانے کی وجہ سے اچھے پسندیدہ اخلاق اس کی سیرت ہی بن گئے ہوں' مثلاً صبر وشکر و توکل و یقین وسخاوت وقناعت وامانت وضمانت ومال خرچ کرنا وعلم وانکسار و دانائی و وصدق وحیا و وقار وسکون و تانّی و دیگر ایسے ہی اخلاق اور حضرت پیغمبرؐ کے انوار سے اُس نے نور حاصل کیا ہو' اور بُرے اخلاق اس روشنی کی برکت سے نیست ونابود ہو گئے ہوں' مثلاً کبر وحسد وبخل وکینہ وحرص وامیدِ دراز وغصہ وچھوٹی چھوٹی باتوں پر آپے سے باہر ہو جانا وغیرہ کا نام ونشان بھی نہ رہا ہو۔ دوسروں کے علم سے وہ مستغنی ہو گیا ہو اور بجز علم سرورِ کائنات کسی دوسرے کے علم کی اُسے ضرورت نہ رہی ہو۔

پیرانِ طریقت کی نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں اور ایسے علماء ہی ایسے بزرگ ہیں جو نائبِ رسولؐ کے لایق ہیں' جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ اُن کی پیروی کرنا اولیٰ وانسب ہوتا ہے۔ مگر ایسا پیر شاذ ونادر ہی ملتا ہے۔ اگر کسی کو یہ نعمتِ غیر مترقبہ مل گئی ہو اور توفیقِ الٰہی اُس کی مدد کرے کہ وہ پیر با تدبیر اُسے اپنی خدمت میں قبول بھی کرلے تو سالک کو چاہیے کہ پیر کی عزت ظاہر وباطن دونوں طریقوں سے کرے۔

پیر کی عزت

احترام ظاہر۔ پیر کی ظاہری عزت یہ ہے کہ اُس سے مجادلہ نہ کرے اور نہ کبھی کسی

اخلاص

اے فرزند تو نے دریافت کیا ہے کہ اخلاص کیا ہے*** یاد رکھ کہ اخلاص یہ ہے کہ تیرے تمام کام خدائے تعالیٰ کے لئے ہوں اور جو کام تو کرے اس میں تیرا دل خلق کی طرف مائل نہ ہو اور تیرے دل میں ستایش خلق کی خواہش نہ ہو اور نکوہش خلق سے تیرا دل پژمردہ نہ ہو۔ اور ریا درکھ کہ ریا خلق کو بزرگ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ریا کا علاج یہ ہے کہ خلق کو قادر مطلق کا مطیع و فرمانبردار سمجھے اور ان کو جمادات کے مانند خیال کرے یعنے ایسا خیال کرے کہ جس طرح جمادات میں کوئی ذاتی قدرت اور ارادہ نہیں ہے اور وے تجھے کوئی راحت یا رنج نہیں پہنچا سکتے اسی طرح تمام خلایق کو سمجھ تاکہ تو خدا سے منہ پھیر لینے سے

خدا تم کو روٹی بغیر سیر کر دیگا یا روٹی کو یہ قوت دیدیگا کہ وہ خود تم تک چلی آئے یا کوئی فرشتہ مقرر کر دیگا کہ روٹی کو چبا کر تمھارے معدہ میں ڈالدے تو تم نے خدا کی عادت کو بالکل نہیں سمجھا۔"

ظنی میں بھی اسباب سے قطع نظر کرنا توکل میں مشروط نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت صلعم سفر میں سوئی مقراض رسی اور رچھا گل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے البتہ احتمالی اسباب یعنے جن سے کبھی کبھی اتفاقیہ طور سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے ان کی تلاش و جستجو میں رہنا توکل کے خلاف ہے۔

ترجمہ عربی۔ خانقاہوں میں مقررہ روزینے پر بسر کرنا توکل سے بعید ہے البتہ اگر سوال نہ کیا جائے اور تحفہ ہدایا پر قناعت کی جائے تو توکل کی شان ہے لیکن جب شہرت ہو چکی ہو تو خانقاہ میں بمنزلہ بازار کے ہیں اور ان میں رہنا گویا بازار میں رہنا ہے اور جو شخص بازار میں آتا ہے وہ متوکل نہیں کہا جا سکتا مگر اس حالت میں کہ اور بہت سی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

*** مولانا شبلی الغزالی کے صفحہ (۵۵) پر فرماتے ہیں۔

فلسفہ اخلاق کا سب سے مہتم بالشان مسئلہ یہ ہے کہ اخلاص کی غرض و غایت کیا ہے یعنے ہم کو برائیوں سے کیوں بچنا چاہیے؟ اور کیوں اچھی باتیں اختیار کرنا چاہئیں اور واعظین اور زہاد و عباد کے نزدیک اس کا حاصل صرف دوزخ سے نجات پانا اور لذائذ بہشت کا حاصل ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ واعظین کا وعظ عموماً بہشت کی دلفریبیوں کی پر لطف داستان ہوتی ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ایک پست اور مبتذل خیال ہے۔ بہشت کا حاصل ہونا اور دوزخ سے محفوظ رہنا بے شبہ تقویٰ کا لازمی نتیجہ ہے لیکن یہ چیزیں اصلی مقصد نہیں قرار پا سکتیں بے شبہ ایک عامی اسکو انتہائی آرزو خیال کرتا ہے لیکن بلندی نظر کا یہ اقتضا نہیں اگر اسکی صرف اتنی حاجت

مُراد کو اپنی مراد پر مقدم رکھے۔)

بندگی

اے فرزند تونے دریافت کیا ہے کہ بندگی کیا ہے۔ یاد رکھ کہ بندگی تین چیزوں کا مجموعہ ہے (یعنے بندگی ایک گلدستہ ہے جس میں تین قسم کے پھول اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشام دلکو حیات تازہ بخشتے ہیں۔

ایک تو احکام شرع کی پابندی دوسری قضا وقدر پر خدائے تعالیٰ میں خوش رہنا تیسری اپنے اختیار اور خواہش کو چھوڑ دینا۔ اور اختیار و خواہش خدائے تعالیٰ میں ہی اپنی بہتری سمجھ کر خوش رہنا۔

توکل

اے فرزند تونے دریافت کیا ہے کہ توکل کیا ہے* یاد رکھ کہ توکل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ پر ان وعدوں کے لیے جو اس نے کیے ہیں یقین واثق رکھ یعنے یہ عقاد راسخ رکھ کہ جو کچھ خدا نے تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور تجھے ملیگا۔ اور اگر تجھے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اگر دنیا کی تمام طاقتیں اس نقصان و بلا کو دفع کرنیکی سعی بلیغ کریں تو بھی اسے دفع نہیں کر سکینگی اور جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا گیا ہے وہ تیری جد و جہد سعی و کوشش سے اس جہان میں تجھے ہرگز نہیں مل سکیگا۔

---

* مولانا شبلی الغزالی کے صفحہ (۴۰) پر یہ فرماتے ہیں

امام صاحب نے توکل کے جو معنی بیان لیے ہیں وہ ایک وجدانی کیفیت یا حالت ہے اور وجدان یا ذوق پر طاری ہوتی ہے۔ بے شبہ یہ حالت جس پر طاری ہو جائے وہ ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جائیگا لیکن آج جو لوگ توکل کے مدعی ہیں کیا اس معنی کے لحاظ سے ہیں؟ اگر نہیں ہے تو ان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر دنیا ذیر زندگی بسر کرنے کا کیا حق ہے۔

امام صاحب نے توکل کی اصلی کیفیت میں بھی یہ جائز نہیں رکھا کہ متوکل شخص اسباب وسائل سے دست بردار ہو جائے وہ لکھتے ہیں کہ اسباب وسائل کی تین قسمیں ہیں قطعی، ظنی، احتمالی قطعی اسباب سے قطع نظر کرنا بالکل ناجائز ہے۔

ترجمہ عربی۔ یہ محض جنون ہے اور اسکو توکل سے کچھ لگاؤ نہیں کیونکہ مثلاً اگر تم اس بات کے منتظر رہو کہ

عمل

تو جو کچھ جانتا ہے اسی کو اپنے عمل میں لاتا کہ جو کچھ تو نہیں جانتا ہے وہ تجھ پر ظاہر ہو جائے
اے فرزند اس کے بعد تجھے جو مشکل درپیش آئے اسکے متعلق مجھ سے سوائے بذریعہ زبان حال
کوئی سوال نہ پوچھنا اور اگر تحقیق وے صبر کرتے یہانتک کہ تم خود انکی طرف نکلتے تو ان کے
لیے بہبودی تھی"۔ (۵۵)

خضر علیہ السلام کی نصیحت قبول کرو

پس تو مجھ سے کسی شئے کے بارے میں سوال نہ کر جبتک کہ میں خود تجھ سے اس کا ذکر
نہ کروں جلدی مت کر جب وقت آئیگا تو خود تجھ سے کہا جائیگا اور بتا دیا جائیگا۔
"میں عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاؤنگا پس جلدی نہ کرو" تو پیش از وقت کسی
بات یا امر کے بارے میں مت پوچھ کیونکہ جب تو اس موقع پر پہونچ جائیگا تو خود دیکھ لیگا
لیکن یہ بات بیقین سمجھ لے کہ جبتک تو خود نہ چلیگا (منزل مقصود تک) نہ پہونچیگا اور نہ دیکھیگا
"کیا انھوں نے زمین کی سیر نہیں کی تاکہ وے دیکھتے" (۵۸) اے فرزند خدا کی قسم اگر تو سیر کریگا
(یعنی کسی کام میں جد و جہد کریگا) تو ہر منزل میں عجیب چیزیں دیکھیگا۔ ہر کام میں جان لڑادے
کیوں کہ بلا جاں نثاری کے کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ مصر کے رہنے والے بزرگ ذوالنون رح
نے اپنے ایک شاگرد سے کہا :۔ اگر تجھ میں ہمت اور طاقت ہے کہ اپنی روح کو قربان کر سکتا
ہے تو آگے بڑھ اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو صوفیوں * کے کلام اور شیخی کی باتوں میں دل نہ لگا

* صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے بارہ میں امام صاحب نے ہر جگہ تعریف و توصیف لکھی ہے
رسالہ "منقذ من الضلال" آپ کی خود نوشت سوانح عمری ہے جس نے فیلسوفوں کو دریائے حیرت
میں غرق کر دیا ہے۔ ہم کچھ امام غزالی ترجمہ رسالہ "منقذ من الضلال" میں سے چند سطور نقل کرتے ہیں
"جب میں ان علوم (علم کلام۔ فلسفہ۔ منطق۔ طبعیات الہیات وغیرہ) سے فراغت پا چکا تو
صوفیائے کرام قدس اللہ سرہم کے طریق کی طرف متوجہ ہوا تب میں نے جانا کہ طریق علم اور عمل دونوں

نجات پائے کیونکہ جب تک تو خلق کو قادر اور کوئی بات پیدا کرنے والا سمجھیگا ریا* تیرا پیچھا نہ چھوڑیگی۔

اے فرزند تیرے باقی سوالات میں سے بعض ایسے ہیں جو میری تصانیف اور کتب میں لکھے ہوئے ہیں اس جگہ تو اُن کو ڈھونڈھ لے اور تیرے بعض سوالات ایسے ہیں کہ جن کا جواب لکھنا حرام ہے۔

سے کی جائے کہ عاقبت میں اس کا دس گنا عوض ملیگا تو وہ نیکی نہیں بلکہ تجارت ہے۔

امام صاحب نے اخلاص کے بیان میں یہ مقصد نہایت صفائی اور آزادی سے ظاہر کیا ہے۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:—

"رویم کا قول ہے کہ اخلاص کے یہ معنی نہیں کہ کام کا معاوضہ دنیا و آخرت میں کہیں نہ چاہا جائے رویم کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حظ نفس خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں آفت ہے جو عابد اس غرض سے عبادت کرتا ہے کہ بہشت کے مزے اڑائیگا وہ صاحب غرض ہے عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہیے باقی جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری نفع کے لحاظ سے مخلص کہا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت وہ شکم پرست اور زن پرست ہے حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک صرف خوف دوزخ نیکی و بدی کی علت ہو اسکو گناہ کے ارتکاب کے بعد ندامت اور خشوع کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی اسکی حالت بعینہ ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کا کچھ مال نقصان ہو جائے لیکن ندامت اور پشیمانی اور خشوع سے اسکو واسطہ نہ ہوگا حالانکہ سوز و گداز جو بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول چیز ہے انہی چیزوں کا نام ہے"

* امام صاحب نے ریا کو بھی بہت بڑا عیب بتلایا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں جاہلوں کا تسلط ہر طبقہ میں پایا جاتا تھا اور ہر شخص اس مرض میں مبتلا تھا۔ غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علما اور زہاد میں بھی یہ عیب پایا جاتا ہے اور یہ لوگ دین اللہ کو اپنے اغراض خبیثہ کے لیے آلہ زینہ بنائے ہوئے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینا اور لوٹ لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

ناکردنی اول

یہ کہ تجھے چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو مناظرہ* نہ کرے اور کسی سے کسی مسئلہ میں جو معرض بحث میں ہو حجت نہ کرے کیونکہ اس طرز عمل میں بہت آفات ہیں اور اس کا نقصان اسکے فائدہ سے بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ عادت (مناظرہ کرنے کی) تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے۔ مثلاً ریا و حسد و کبر و حقد و عداوت و شیخی وغیرہ اور اگر کوئی مسئلہ تیرے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان یا کسی قوم کے درمیان واقع ہوا اور تو یہ چاہے کہ جو کچھ سچ بات ہے وہ ظاہر ہو جائے تو اس نیت سے مناظرہ کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ اس مسئلہ سے متعلق بحث ہو سکے اور اس نیت کی سچائی کی دو نشانیاں ہیں۔

خدا کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی کا مطلقاً خیال نہ آنے پائے اسکے ساتھ زبان سے اللہ اللہ کہتا جائے رفتہ رفتہ یہ مشق اس قدر بڑھ جائے کہ زبان کو حرکت نہ ہو اور تصور میں زبان سے اللہ اللہ کا لفظ نکلتا جائے پھر یہ تصور جاتا رہے اور اللہ کا نقطہ دل سے نکل رہا ہے یہ تصور اس حد تک پہونچ جائے کہ صرف معنے کا خیال جاتا رہے اور اللہ کا تصور دل میں اس طرح اثر کر جائے کہ کسی وقت جدا نہ ہونے پائے۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائیگی تو مکاشفہ ہوگا ابتدا میں برق خاطف کی طرح نکل جائیگا پھر ترقی ہوتی جائیگی اور ثبات اور دوام حاصل ہوگا (احیاء العلوم جلد دوم بیان الفرق بین الالہام والتعلیم بحوالہ الغزالی ۱۹۲۳ء) از مولانا شبلی صفحہ ۱۹۱ -

* امام صاحب کے زمانہ میں مناظرہ ومجادلہ کا بازار بہت گرم تھا اور اس آگ کی چنگاریاں علماء و فضلاء کے دلوں کو بھی خاکستر بنا رہی ہوئے تھیں۔ یہاں ہم مولانا شبلی صاحب کی رائے مختصراً پیش کرتے ہیں ۔ اخلاق کی خرابی کا ایک بڑا سبب مناظرہ اور مجادلہ کا رواج تھا دوسری صدی میں اس کی ابتدا ہوئی تھی رفتہ رفتہ اس کا عام رواج ہو گیا........ مناظرہ کا طریقہ اس قدر لازمی ہو گیا تھا کہ جب امام صاحب دوبارہ بغداد میں طلب کیے گئے تو اسی بنا پر انھوں نے انکار کیا کہ وہاں مناظرہ کے بغیر چارہ نہیں اور میں اب مناظرہ سے توبہ کر چکا ہوں"۔

یہ طریقہ اگرچہ علم و فن کی وسعت اور ترقی کے لیے مفید تھا لیکن رفتہ رفتہ اس نے بہت سی اخلاقی برائیاں پیدا کر دی تھیں۔ امام صاحب نے خاص اس مسئلہ پر احیاء العلوم میں ایک جداگانہ عنوان قایم کیا جن کے الفاظ یہ ہیں :-

اے فرزند میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں اور تجھے آٹھ باتیں نصیحت کرتا ہوں اُن میں سے چار تو نا کردنی ہیں اور چار کردنی" تا کہ علم قیامت میں تیرا دشمن نہ ہو۔

سے پورا ہوتا ہے اور ان کے عمل کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ عقبات نفس کے قطع ہو جاتے ہیں اور وہ اخلاق اور صفات خبیثہ سے منزّہ اور مبرا ہو کر اخلاق محمودہ اور صفات حمیدہ سے آراستہ اور پیراستہ ہو جاتا ہے اور دل غیر اللہ تعالیٰ سے خالی ہو کر ذکر اللہ تعالیٰ سے متجلّی ہو جاتا ہے اور چونکہ مجھ کو ان کے عمل کی بہ نسبت ان کے علم کا مرحلہ طے کرنا سہل اور آسان تھا اس لیے میں نے پہلے انکا علم تحصیل کرنا انکی کتابوں سے شروع کیا (یہاں کتابوں کے نام دیے ہیں) اور جہاں تک اُن کے طریق کی تحصیل تعلم اور سماع کے ذریعہ سے ممکن تھی میں نے حاصل کر لی لیکن اس سے مجھ کو ثابت ہو گیا کہ ان کے اصل خواص اور لطائف کتابت تعلم سے حاصل نہیں ہو سکتے ذوق اور حال سے اور اپنی صفات کے پلٹنے سے حاصل ہو سکتی ہیں (صفحہ ۶۳ و ۶۴)

بعد ازیں تھوڑے عرصہ کی ریاضت اور اعتکاف کے بعد امام صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

اس عرصہ میں مجھے یقیناً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنے والے صوفیائے کرام ہی ہیں اور انہی کی سیرت و عادت سب سے افضل ہے انہی کا طریقہ اور راستہ سب راستوں سے سیدھا ہے۔ انہی کے اخلاق سب اخلاق سے پاکیزہ ہیں (صفحہ ۱۷)

تصوّف سے متعلق مولانا شبلی صاحب کا خلاصہ ملاحظہ ہو:-

تصوّف کی حقیقت جو امام صاحب نے بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:- تصوف شریعت کی طرح دو چیزوں پر مرکب ہے علم و عمل لیکن فرق یہ ہے کہ شریعت میں علم کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے تصوف میں بخلاف اسکے عمل کے بعد علم پیدا ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ انسان کو اشیاء کا جو ادراک ہوتا ہے اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ استنباط استدلال تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سوچ و فکر کیے بغیر دفعتہً ایک شئے کا ادراک ہو جاتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے ہوا اور کیونکر ہوا؟ اصطلاح تصوف میں اس کا نام الہام ہے۔

اس قسم کا ادراک صرف مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے ہوتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے تمام تعلقات سے کنارہ کش ہو یعنی اہل و عیال دوست و احباب جاہ و دولت کسی چیز سے وابستگی باقی نہ رہے اسکے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ کر

بیماران جہل

اب یاد رکھ کہ جہل کے بیمار چار طرح کے ہوتے ہیں اور ان چاروں میں سے صرف ایک علاج پذیر ہے باقی تین ناقابل علاج ہیں۔

پہلا بیمار وہ شخص ہے جس کا سوال اور اعتراض بوجہ حسد ہوتا ہے اور حسد ایسی بیماری ہے جو بڑی دیرپا ہوتی ہے اور علاج پذیر نہیں ہے کیونکہ جوابات وہ کہے گا اس کا جواب تو کیسا ہی زیبا تر اور روشن تر دے وہ تجھ سے نارض ہوگا اور تیرا سخت تر دشمن بنے گا اور اس کی حسد کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی پس طریق یہ ہے کہ تو اسکی بات کا جواب دینے میں مشغول نہ ہو اور اس شاعر نے جس نے یہ شعر کہی کیا خوب کہا ہے:—

"ہر عداوت ایسی ہے کہ تحقیق اسکے ازالہ کی امید کی جائے۔
سوائے اس عداوت کے جو کہ حسد کی وجہ سے ہے۔" (۶۲)

پس تدبیر بھی یہی ہے کہ اس کو اس بیماری کی حالت میں ہی چھوڑ دیں اور

امام صاحب نے اپنے تجربہ کا لب لباب یوں تحریر فرمایا ہے
"سو واضح رہے کہ جب میں نے عزلت گزینی اور خلوت نشینی قریب دس برس کے اختیار کی تو اس اثناء میں مجھ کو اس امر کا علم ضروری بیشمار اسباب اور وجوہات سے حاصل ہوا کبھی ذوق سے اور کبھی دلیل و برہان کے ذریعہ سے اور کبھی قبول ایمانی کے وسیلہ سے کہ انسان دو چیزوں سے بنا ہوا ہے جس میں ایک بدن ہے دوسرا دل (یا روح) اور یہ بات معلوم ہوئی کہ جس طرح بدن کے لیے ایک حالت صحت ہے .... اور ایک حالت مرض ہے ...... اسی طرح دل کے لیے بھی دو حالتیں ہیں ایک حالت صحت و سلامت ہے جسکی نسبت یوں کہا گیا ہے کہ
"وہ نجات نہیں پائیگا مگر وہی شخص جسکو خداوند تعالیٰ نے دل سلیم عطا کیا ہے"
دوسری حالت مرض ہے جس میں اسکی ہلاکت ابدی اور اخروی ہے اگر اس کا علاج نہ کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
"فی قلوبھم مرض یعنی ان کے دلوں میں (روحوں میں) مرض ہے"۔
اور مجھ کو یہ بھی ثابت ہوا کہ جہل باللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کا نہ جاننا) سم قاتل ہے
(دیکھو امام غزالی) ترجمہ رسالہ المنقذ من الضلال" صفحہ ۸۵)

پہلی نشانی یہ ہے کہ تجھے چاہیے کہ تو اس امر میں کوئی فرق و امتیاز نہ کرے کہ سچائی تیری
زبان سے ظاہر ہو یا یہ کہ کسی دوسرے کی زبان سے۔
دوسری نشانی یہ ہے کہ یہ بحث تو خلوت میں زیادہ پسند کرے بہ نسبت اس کے کہ
بحث برملا ہو لیکن اگر تو کسی سے کوئی مسئلہ پوچھے اور تو جانتا ہو کہ سچائی تیری طرف ہے اور وہ
(تیرے مقابل) گستاخی کرتا ہے تو ہرگز اس سے حجت نہ کر اور بات کو ٹال دے ورنہ اس معاملہ
کا انجام وحشت ہوگی اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہاں میں تجھے ایک فائدہ سمجھاتا
ہوں۔ یاد رکھ کہ مشکل چیزوں کا سوال کرنا ایسا ہے جیسے بیماریِ دل کو کسی طبیب کے
سامنے بیان کرنا اور طبیب دل اس بیمار کے علاج کے لیے صاف صاف جواب دیتا
ہے اور کوشش کرتا ہے اور یقین سمجھ کہ جاہل لوگ بیمار ہیں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہوتی
ہے اور علماء طبیب ہیں اور عالم ناقص طبیبی کے لیے شائستہ نہیں۔ عالم کامل تمام بیماریوں کا
علاج نہیں کرتا بلکہ صرف ان ہی بیماریوں کا علاج کرتا ہے جن میں اسے شفا کی امید ہوتی
ہے لیکن جہاں مرض بہت پرانا ہو گیا ہو اور بیماری عقل کی ہو ایسے مرض میں شفا کی امید
نہ رکھنی چاہیے۔ طبیب کی استادی ایسی حالت میں یہی ہے کہ وہ صاف صاف کہدے کہ
یہ بیمار قابلِ علاج نہیں ہے اور اچھا نہ ہوگا اور اسکے علاج میں مشغول ہونا اس کا وقت ضائع کرنا ہے

الباب الرابع فی سبب اقبال الخلق علی علم الخلاف وتفصیل آفات المناظرة والجدل وشرط اباحتها۔

چوتھا باب اس بیان میں کہ لوگ علم خلاف پر کیوں زیادہ گر پڑتے ہیں اور یہ کہ مناظرہ و جدل میں کیا آفتیں ہیں اور اسکے جائز و مباح ہونے کی کیا شرطیں ہیں

اس مضمون میں امام صاحب نے پہلے اس طریقے کے قائم ہونے کی تاریخ لکھی ہے .. پھر نہایت
تفصیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مناظرے سے تفاخر۔ حسد۔ رشک۔ ضد۔ جاہ پرستی۔ حب ل فضول گوئی۔
قساوت قلب پیدا ہوتی ہے۔ اخیر میں لکھتے ہیں

ولا ینفک اعظمهم دینا واکثرهم عقلا عن جمل من مواد هذه الاخلاق

بڑے سے بڑے دیندار اور بڑے سے بڑے عاقل علما میں بھی جو مناظرے کے شغل میں رہتے ہیں
ان اوصاف کا کچھ نہ کچھ مادہ ضرور پایا جاتا ہے۔ (الغزالی از مولانا شبلی صفحہ ۱۰۸ کا خلاصہ)

چوتھا بیمار وہ ہے جو راہ راست کا طالب ہو اور زیرک اور فہیم اور عاقل بھی ہو یعنی
غصہ ور نہ ہو اور شہوت اور حسد اور جاہ و مال کی محبت بھی نہ رکھتا ہو اور راہ راست کا طالب
و جوئندہ ہو اور جو سوال اور اعتراض کرے وہ بخیال عیب جوئی و بدگوئی اور امتحان اور
حسد نہ کرے صرف ایک یہ بیمار علاج پذیر ہوتا ہے مگر اُس کی باتوں کا جواب دینے میں تو
مشغول ہو تو روا بلکہ واجب ہوگا۔

دوسری ناکردنی

یہ ہے کہ وعظ دینے اور ذکر کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ اس میں بہت آفتیں ہیں اگرچہ
تو یہ سمجھتا ہو کہ جو کچھ تو کہتا ہے وہ پہلے تو نے خود عمل کر کے دیکھا ہے اور اس بات پر غور کر کہ
جو عیسیٰ علیہ السلام سے کہی گئی تھی۔ "اے ابن مریم (عیسیٰ) اپنے نفس کو نصیحت دے جب تو
خود نصیحت اختیار کرلے تب لوگوں کو نصیحت کر ورنہ اپنے رب سے حیا مانگ۔ (۶۹)

نصیحت بہ واعظ

تذکیر کی تعریف پس اگر تو اس کام میں مبتلا ہو تو دو چیزوں سے پرہیز کر۔ ایک یہ کہ کوئی
بات کہنے میں تکلف نہ کر یعنی عبارات اور اشارات اور نکات اور نحویہ باتیں اور ابیات و
اشعار استعمال نہ کر کیونکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو تکلف کرتے ہیں دشمن رکھتا ہے اور جب
تکلف حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ خرابیٔ باطن اور غفلت دل کی علامت ہوتی ہے کیونکہ
ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت آخرت اور آتش دوزخ کا ذکر کرے اور خدمت خدا تعالیٰ
میں جو غفلت عمر گذشتہ میں کی ہے اس کا خیال کرے۔ اُن آفات و بلیات کا جو اس کی راہ
میں ہیں اور جن میں سے ایمان صحیح و سالم لیجانا ہے بیان کرے اور ملک الموت کے پنجہ سے رہائی
پانے کی تدبیر بتائے اور منکر و نکیر کے سوالات کی یاد دلائے قیامت اور اسکے مواضع اور جھگڑے
اور حساب اور ترازو (میزان عدل) اور پل صراط اور اس پر سے گزرنے اور قیامت کی دیگر
خوفناک باتوں کی وضاحت کرے ان سب مصیبتوں کی آگ اسکے دل میں لگ جاتی ہے اور اُن

اُس سے منہ موڑلیں" پس اس شخص سے منہ پھیر لے (یعنی قطع تعلق کرلے) جس نے ہمارے ذکر سے منہ پھیر لیا اور سوائے دنیا کی زندگی کے کوئی دوسرا ارادہ نہ کیا" اور حاسد جو کچھ کرتا ہے اُس سے وہ اپنے ہی خرمن میں آگ لگاتا ہے اور "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو" - (۶۴)

دوسرا بیمار - وہ ہوتا ہے جسکی بیماری حماقت سے ہوتی ہے اور یہ بھی لاعلاج ہے حضرت عیسیٰ پیغمبر صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مردہ کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہوا مگر احمق کا علاج کرنے سے عاجز ہو گیا اور یہ ایسا شخص ہوتا ہے جو صرف تھوڑی مدت طالب علمی میں مشغول رہا ہو اور علوم نقلی اصلاً شروع بھی نہ کیے ہوں مگر ان علماء بزرگ پر جنھوں نے اپنی تمام عمر علوم عقلی و شرعی حاصل کرنے میں صرف کی ہو اعتراض کرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جو اعتراض اُسکے اور دوسرے عالم کے دل میں آیا ہے وہ اس عالم بزرگ کے دل میں کبھی آیا ہوگا پس اتنا نہیں سمجھتا کہ جو اعتراض وہ اس عالم کی بات پر کرتا ہے اس بات میں کچھ گہرائی ہے جسے اُس عالم نے سمجھا بوجھا ہے اور نہ تو وہ خود اور نہ وہ دوسرا عالم اُسکے کنہ تک پہنچے ہیں جب اتنی بات اپنے دل میں خیال نہیں کرتا تو یہ اُسکی حماقت اور نادانی ہوتی ہے - ایسے شخص سے بھی منہ پھیر لینا چاہیئے اور اُسکی بات کا جواب دینے میں مشغول نہ ہونا چاہیئے -

تیسرا بیمار - وہ ہے جو سیدھی راہ کا طالب ہے اور بزرگوں کے اقوال میں سے جو کچھ وہ نہ سمجھے اسے اپنی ہی فہم کا قصور سمجھے اور جو کچھ دریافت کرے وہ بھی فائدہ کے لیے دریافت کرے مگر وہ بلند نظر نہ ہو اور اُسکی فہم حقایق کے سمجھنے میں قاصر ہو تو ایسے شخص کی بات کا جواب دینے میں کبھی مشغول نہ ہونا چاہیئے کیونکہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے "ہم انبیاء کے گروہ ایسے ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ لوگوں سے جو باتیں کہیں وہ اُنکی عقلوں کے موافق ہوں" یعنی ہم انبیا ہیں اور ہمیں ایسا ارشاد ہوا ہے کہ لوگوں سے صرف وہی باتیں کہیں کہ جو اُنکی فہم سمجھ سکے اور جو بات سننے کی اُن میں طاقت نہ ہو وہ ہم خود اُن سے نہ کہیں

ہٹاکر راستی کی طرف مائل کرے جسکے دل پر معرفت غالب ہو اُسے رجا و امید کی بشارت دینی چاہیے
جب سامعین تیری مجلس سے اُٹھیں تو اُن کے دل کی صفائی کچھ تو بدلی ہوئی ہو اور ظاہری
معاملہ کچھ تو تغیر پذیر ہوا ہو اور اُن نے اطاعت الٰہی میں جو لیت و لعل و سستی کی ہو اسکے
لیے ذرا خوف محسوس کریں۔ علم وعظ و تذکیر درحقیقت یہ ہے اور جو وعظ ایسا نہیں ہوتا ہے
وہ کہنے والے اور سننے والے دونوں کے لیے ایک طرح کا وبال ہوتا ہے بلکہ کہنے والا ایک غول
بیابانی، و شیطان ہوتا ہے جو خلق کو گمراہ کرتا ہے اور ان کو مار ڈالتا ہے اور ہمیشہ کے لیے
اُن کو شقاوت اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے خلق کو واجب ہے کہ ایسے واعظین سے دور
بھاگیں کیونکہ وہ فساد جو وے پیدا کرتے ہیں خلق کے دین میں کوئی شیطان بھی نہ کر سکیگا
اور جس شخص کو اختیار حاصل ہو اُس پر واجب ہے کہ ایسے واعظین کو منبروں سے اتار لے اور
انہیں وعظ کہنے سے باز رکھے کیونکہ یہ کام بھی امر معروف اور نہی منکر میں سے ایک ہے۔ *

تیسری ناکردنی

یہ ہے کہ کسی بادشاہ یا امیر کو سلام نہ کر اور ان سے ہم نشینی اور میل جول پیدا نہ کر بلکہ
اُن کے پاس بھی نہ جا کیونکہ اُن سے ملنے، ہم نشینی اور میل جول میں بہت آفات ہیں اگر تو اُنکی
صحبت کے گرداب میں پھنس جائیگا تو ان کی خوشامد۔ مداحی ثنا خوانی اور دربانی کریگا اور
اگر اُن میں سے کوئی تجھ سے ملنے کے لیے آئیگا تو بھی یہی بات ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے

* واعظین سے متعلق بھی امام صاحب نے احیاء العلوم و کیمیائے سعادت وغیرہ اپنی ضخیم تصنیفات
میں بہت کچھ لکھا ہے۔ یہاں ہم مولانا شبلی کے الفاظ نقل کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ ہماری
کتاب کا یہ باب احیاء العلوم کے باب کا خلاصہ ہے۔
ایک گروہ ہے جو وعظ و پند میں مصروف ہے اور خوف و رجا صبر و شکر توکل و زہد۔ یقین و
اخلاص صدق وغیرہ مضامین کو نہایت موثر طریقہ سے ادا کرتا ہے لیکن خود ان باتوں سے بالکل خالی ہے
(او خود گم است کرا رہبری کند" ظاہر ہے کہ ایسے واعظین کا اثر سامعین پر کیا ہوتا ہوگا۔ ایڈیٹر)
ایک گروہ ہے جس نے وعظ میں عبارت آرائی۔ رنگینی۔ اشعار خوانی نقدہ گوئی کا طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ
مجلس میں خوب ہو حق ہو اور مجلس وجد میں آجائے [مولانا شبلی صاحب نے یہ الفاظ احیاء العلوم"

آفات و مصائب کی طرف توجہ کرنے کو تذکیر کہتے ہیں۔

وعظ کا مفہوم اور خلق کو ان سب باتوں کی آگاہی دینا اور انہیں اُن کے قصور اور نفس کے عیوب سمجھا دینا تاکہ اس آگ اور مصیبت کی حرارت سامعین کے دل میں لگ اٹھے اور وے اپنی گزشتہ عمر کی تلافی جس قدر کہ ممکن ہو کریں اور اُس وقت کے لیے جو طاعت الٰہی میں بسر نہیں ہوا ہے معافی مانگیں اور افسوس کریں۔ یہ سب اس طریقہ پر جیسا کہ ہم نے کہا علم وعظ کہلاتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر سیلاب کسی کے مکان کے دروازہ تک پہنچ جاوے اور یہ خوف ہو کہ ذرا سی دیر میں گھر گر پڑیگا اور اسکے مکین غرق ہو جائینگے تو اُس گھر کا مالک چلّاتا ہے اور کہتا ہے اے بچو ہٹو! دور رہو! بھاگو سیلاب آیا اُس وقت جبکہ وہ شخص یہ بات کہتا ہے تو اسے یہ ہمت نہیں ہوتی کہ اس بات کو تکلف اور عبارت آرائی کے ساتھ کہے اور نکات اور اشارات استعمال کرے واعظ کی مثال اہل دنیا کے ساتھ اِس مالک اور اُسکے بچوں کی سی ہے

دوسری بات یہ ہے کہ وعظ کہتے وقت تو اپنے دل کو اس خیال پر نہ جما اور نہ اسکی خواہش کر کہ سامعین تیری مجلس میں نعرہ لگائیں اور خود کو بھول جائیں اور وجد میں آجائیں اور ہائے وہوئے کریں اور کپڑے پھاڑ ڈالیں اور مجلس میں شور و غوغا برپا کریں تاکہ مردمان کہیں کہ کیا اچھی مجلس ہے بلکہ تجھے صرف یہ خیال ہونا چاہیے کہ جو لوگ دنیا کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں اُنہیں آخرت کی طرف رہنمائی کرے اور گناہ سے طاعت کی طرف حرص سے زہد کی طرف بخل سے سخا کی طرف ریا سے اخلاص کی طرف۔ کبر سے تواضع کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف اور غرور سے تقویٰ کی طرف۔ اُنہیں راغب کرے۔ اُن کے دل میں آخرت کی محبت اور دنیا کی نفرت پیدا کرے اور اُن کو خدا تعالیٰ کے رحمت و کرم سے مغرور نہ بنا بلکہ انہیں نجات اور پرہیزگاری کا مفہوم سکھا اور یہ امر دیکھ کہ اُن کی توجہ کس طرف مبذول ہے کیا وہ رضائے خدا کے خلاف ہے؟ اور اُن کے دل کا قبلہ کیا ہے کیا وہ خلاف شرع مصطفوی ہے؟ اور بُرے احوال و اخلاق میں سے ان پر کیا غالب ہے اور اُن کو اُن باتوں

آفات ہیں اور ہم نے کتاب احیاء علوم الدین میں لکھا ہے وہاں دیکھ لے۔

ان چار چیزوں سے پرہیز کر کہ یہ ناکردنی ہیں۔ مگر جو کردنی ہیں وہ بھی چار ہیں تجھے چاہیے کہ ان کو یاد رکھے۔

پہلی کردنی

یہ ہے کہ تیرے اور خدا تعالیٰ کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے اسے اس طرح کر کہ اگر تیرا زر خرید غلام تیرے حق میں وہی سلوک کرے تو تجھے رنج نہ ہو اور تو اسے پسند کرے اور مناسب سمجھے اور اس پر غضبناک نہ ہو کیونکہ تجھے چاہیے کہ تو جو کچھ اپنے غلام سے اپنے حق میں پسند کرتا ہے اور مناسب سمجھتا ہے وہی اپنی جانب سے خدا تعالیٰ کے حق میں پسند کرے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرا غلام تو در اصل تیرا غلام نہیں ہے بلکہ تیرا درم خریدہ غلام ہے اور تو اس خدا کا حقیقی غلام ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے زیور حیات سے آراستہ کیا ہے۔

دوسری کردنی

یہ ہے کہ تیرے اور خلق خدا کے درمیان جو معاملہ ہوتا ہے اس میں خلق کے ساتھ ایسا برتاؤ کر کہ اگر وہ تیرے ساتھ کریں تو تو اسے پسند کرے اور مناسب خیال کرے اور اس سے رنجیدہ نہ ہو۔ آنحضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے:—

"بندہ کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ وہ تمام لوگوں کے لیے بھی وہی بات پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے"۔ ٭٭

٭٭ امام صاحب کی یہ نصیحت نہایت قیمتی ہے "نصیحت کہ شاید نبشتن بزر" ہر مذہب و ملت کے بزرگوں نے بھی یہی نصیحت عوام کو دی ہے۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے سے دنیا میں بہبودی اور بہتری کی خوبی اور خوشنودی کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل نے اسی خیال کو نظم کا جامہ پہنایا ہے:—

"کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
جو اگر وہ تم سے کرتا تمھیں ناگوار ہوتا"

جب کسی بدکار اور ظالم کی تعریف کی جاتی ہے اور جو شخص ظالم کی عمر کی درازی کے واسطے دعا کرتا ہے تو گویا اُس نے یہ بات پسند کی کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اُس زمین میں نازل ہو۔

چوتھی ناکردنی

یہ کہ اُن سے کوئی چیز قبول نہ کر اور اگرچہ تو یہ جانتا ہو کہ جو کچھ وہ تجھے دیتے ہیں مال حلال ہے کیونکہ اُن کے مال کی طمع کرنا فساد دین کا سبب ہے اور اس چرب زبانی اور اُنکی رعایت کے خیال سے اُن کے ظلم میں موافقت اور فسق و فجور میں شرکت پیدا ہوتی ہے اور ان سب باتوں سے دین میں خلل پیدا ہوتا ہے اور اس سے جو کم سے کم نقصان پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تو اُن کو اپنا دوست بناتا ہے اور جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے وہ ضرورةً اسکی درازی عمر کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح بقائے ظالم اور بربادی عالم کی خواہش کرتا ہے اور اس سے بدتر کیا ہوگا۔ خبردار۔ خبردار کہ شیطان تجھے گمراہ نہ کردے اور اپنا رفیق و پیرو نہ بنا لے اور جیسا کہ بعض لوگ تجھ سے کہتے ہیں کہ یہ بہتر ہے کہ تو یہ مال اُن سے لیکر فقیروں اور مستحقین کو دیدے اور اُن کو آرام پہونچائے ضرورةً تو اُس مال کو خرچ کرے تو نیکی کرنے میں خرچ کر کیونکہ وے جب خرچ کرتے ہیں تو فسق و فجور میں خرچ کرتے ہیں (یہ کہنا بھی کچھ درست نہیں) کیونکہ شیطان نے اس طریقہ سے بہت خلق کا خون بہایا ہے اور اس بات کی بہت

میں سے ترجمہ کر کے لکھے ہیں اور ہماری کتاب میں بھی قریب قریب یہی الفاظ ہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی خلاصۃ التصانیف ہے (ایڈیٹر)]

فھولاء شیاطین الانس ضلوا واضلوا عن سواء السبیل وھم وعاظ اھل الزمان کافۃ الا من عصمہ اللہ علی الندور فی بعض اطراف البلاد۔

ترجمہ:۔ یہ لوگ شیاطین الانس ہیں جو خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ آج کل کے زمانہ کے تمام واعظ ایسے ہی ہیں مگر ان کوئی شخص شاذونادر کسی کونے میں نکلا ہو (الغزالی از مولانا شبلی صفحہ ۶۰۔ ۷۰)

اب اگر تو چاہتا ہے کہ احوال دل کی حقیقت جانے تو کتاب احیاء اور ہماری دیگر تصانیف میں ڈھونڈ لے اور یہ تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے اور دیگر علوم فرض کفایتی ہیں مگر اُسی قدر کہ اُن سے خدا تعالی کے حکم کی پابندی کر سکیں خدائے عزّوجلّ تجھے توفیق دے تاکہ تو اسے حاصل کر سکے۔

چوتھی کردنی

یہ کہ اہل وعیال کے لیے مال دنیا سے ایک سال سے زیادہ کا سامان معیشت حاصل نہ کر اور رسول خدا صلعم اپنے ازواج عصمت مآب میں سے بعض کے لیے صرف ایک سال کا سامان معیشت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے "اے اللہ آل محمدؐ کے واسطے کفاف مہیا کر۔ اور آنحضرت جمیع ازواج مطہرات کے واسطے ایک سال کا کفاف جمع نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اُنھیں کے واسطے ایک سال کے لیے جمع کرتے تھے جن کی بابت آپ کو معلوم تھا کہ وے کمزور ضعیف ہیں مگر جن کو کہ آپ جانتے تھے کہ یہ صاحب یقین ہیں اُن کو ایک دن کا کفاف بھی نہ دیتے تھے۔ مثلاً حضرت عائشہؓ اور دیگر اُن کے مانند۔

اسے فرزند اس فصل میں میں نے تیری تمام باتوں کا جواب لکھ دیا ہے تجھے چاہیئے کہ ان سب نصیحتوں پر عمل کرے اور اس درمیان میں مجھے آزاد کر دیگا اور میرے حق میں بھی دعا کریگا۔ مگر تو نے جو دریافت کیا ہے کہ دعا کون سی اچھی ہے دعائیں کتاب صحاح میں کئی لکھی ہوئی ہیں تجھے چاہیئے کہ اُس میں سے یاد کرلے اور اسی طرح طریق اہل البیتؑ میں اچھی دعائیں ہیں وہاں سے ڈھونڈ لے اور یہ ایک دعا ہمیشہ پڑھا کر خصوصاً ہر نماز کے بعد ضرور پڑھ۔ وہ دعا یہ ہے:۔

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سب نعمتوں کے لیے اور دوام عصمت

تیسری کردنی

یہ ہے کہ جب تو کسی علم کا مطالعہ کرے اور اسے پڑھے تو تجھے چاہیئے کہ صرف وہ علم پڑھے
جس میں تو اس وقت مشغول ہوگا جبکہ تو یہ جان لے کہ میری عمر اب ایک ہفتہ سے زیادہ
باقی نہیں رہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر تو یہ جان لے کہ تیری عمر اب ایک ہفتہ سے زیادہ
باقی نہیں رہی ہے تو تو اس ہفتہ میں علم جدال و اصول فقہ و کلام وغیرہ میں مشغول نہ ہوگا
کیونکہ اس ہفتہ میں یہ علوم تجھے نجات و رستگاری نہ دلا سکینگے بلکہ تو مراقبت دل (تزکیہ
نفس) اور اپنی صفات کی معرفت میں مشغول ہوگا اور روح کو تعلقات دنیاوی
اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کریگا اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور اخلاق حسنہ سے خود کو
آراستہ کریگا اور عبادت و بندگی میں مشغول ہوگا۔ مگر تو یہ سب سنا سب سمجھا ہے کیونکہ
بات فی الحقیقت ایسی ہی ہے کہ کوئی دن یا رات ایسی نہیں گزرتی جب یہ ممکن نہ ہو کہ اسی
دن یا اس رات تو اس دار غرور کو چھوڑ کر دار پا بیدار کو چلا جائے یہ بات سن اور
اسے سچ سمجھ اور اس میں غور و خوض کر اور اس پر عمل پیرا ہو تاکہ تو ضرور نجات و رستگاری
سے سرفراز ہو۔ اگر تجھے خبر دیں اور کہیں کہ آئندہ ہفتہ میں بادشاہ تیرے سلام کو آئیگا
تو میں جانتا ہوں کہ تو اس ہفتہ میں کسی فضول کام میں مشغول نہ ہوگا۔ یہ کیوں؟ اسکی
وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اس ہر چیز کو جس پر بادشاہ کی آنکھ پڑیگی تو پاک و صاف
کریگا اور قرینہ سے جما کر آراستہ اور مزین کریگا خواہ وہ جسم ہو یا جامہ گھر ہو یا فرش
اب اس امر پر غور کر اور یاد رکھ کہ میں کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں تو عقلمند ہے
اور "عقلمنداں را اشارہ کافی ست"۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :-

"فی الحقیقت عالم السر والخفیات تمھاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا ہے
اور نہ تمھارے کاموں کی طرف بلکہ وہ تمھارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے" (۴۲)

فرہنگ

الفاظ مشکلہ و توضیح آیات شریفہ

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
۳۱	۲	منہیات - منع کیے ہوئے کام یعنے گناہ
۳۱	۳	مستغنی - لاپرواہ (غنی = آزاد - مالدار)
۳۲	۴	موکدتر - زیادہ مضبوط
۳۳	۸	سکشکاب - سکشکاو = آب جو + سکنگبین (سرکہ + انگبین) سکنجبین ایک دوا کا نام
۳۳	۹	ان .... سعی یہ آیت سورۂ نجم رکوع نمبر ۳ آیت نمبر ۹ ہے دیکھیے قرآن مجید - محمد علی صفحہ 1019
۳۳	۱۰	فمن کان ..... عملاً صالحاً سورۂ کہف رکوع ۱۲ آیت ۱۱۰ + صفحہ ۶۰۸ +
		ان الذین ..... فیہا - آیت ۱۰۷ - صفحہ صدر (محمد علی)
۳۴	۱۲	یہ آیت سورۂ اعراف - رکوع ۷ - آیت نمبر ۵۹ ہے قران مجید (محمد علی) صفحہ ۳۴۰ +
۳۷	سطر ۱۳	تشریق = مشرق کی طرف جانا - مشرق کی طرف منہ کرنا - نماز عید پڑھنا ـ

کے لیے اور رحمت شامل کے لیے اور حصول عافیت کے لیے اور احسان کامل کے لیے
اور انعام عام کے لیے اور فضل شیریں تر کے لیے اور لطف قریب اور علم نافع
کے لیے۔ اے اللہ تو ہمارے واسطے ہو (مہربان ہو) اور ہمارے اوپر نہ ہو
(مواخذہ نہ کر) اے اللہ ہماری عمریں سعادت کے ساتھ ختم کر اور دونوں
جہاں میں ہمارے اعمال ثابت کر اور ہماری صبحیں اور ہماری شامیں آرام
کے ساتھ گذار اور اپنی رحمت کی طرف ہماری بازگشت کر دے اور ہمارے
انجام اور ہمارے گناہوں کے اوپر اپنی معافی کا ابر برسا۔ اور ہمارے عیوب
کی اصلاح کر کے ہم پر منت کر اور تقویٰ اور پرہیزگاری ہمارا توشہ کر۔ اور ہماری
کوشش تیرے دین میں ہو۔ ہم کو راہِ راست پر ثابت قدم بنا۔ اور ہم کو
قیامت کے دن اسباب ندامت سے بچا اور ہم سے گناہوں کا بوجھ ہلکا
کر دے اور ہم کو نکوکار بزرگوں کی زندگی نصیب کر اور کافی کر۔ اور
ہم سے شریروں کی برائی پھیر دے اور اپنی رحمت سے ہماری گردنیں اور
ہمارے باپوں (اجداد) اور ماؤں کی گردنیں (دوزخ کی) آگ سے آزاد
کر اے رحمت کرنے والوں سے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔

تمت بالخیر

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
		سے بچا کر پاک و صاف بناتے ہیں۔
۴۱	۳۷	حطام دنیا۔ (حطام = سوکھی گھاس کا ریزہ۔ ہر چیز کا برادہ) مجازاً اس دنیا سے دولت کا تھوڑا سا بے حقیقت مال۔
۴۱	۳۸	ما عندکم ..... باق۔ یہ آیت سورہ نحل، رکوع ۱۳، آیت ۹۶ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) ص ۵۳۳۔
۴۱	۳۹	بدرقہ۔ رہنما۔ محافظ
۴۱	۴۱	عشایر۔ جمع عشیرہ کی = کنبے۔ قبیلے۔
۴۱	۴۲	تبذیر۔ فضول خرچی کرنا۔
۴۱	۴۳	یہ آیت سورہ حجرات۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۳ ہے۔ قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ۹۹۳۔
۴۲	۴۴	یہ آیت سورہ زخرف۔ رکوع ۳۔ آیت ۳۲ ہے قرآن مجید (محمد علی) صفحہ ۹۴۶۔
۴۳	۵۰	بذر گر۔ بیج بونے والا کسان۔
۴۳	۵۱	سماد = گوبر۔ راکھ ملی ہوئی کھاد۔
۴۴	۵۲	اقتباس کردن = آگ لینا مجازاً روشنی حاصل کرنا۔
۴۵	۵۳	جلیس السوء = برا ساتھی۔
۴۶	۵۴	مرید۔ ارادہ کرنے والا۔ کوئی بات پیدا کرنے والا۔ مجازاً شاگرد
۴۷	۶۰	رسم۔ نشان۔ داغ۔ کھنڈر کے نشان۔
۴۸	۶۱	ستہندگی۔ گستاخی۔ جھگڑا کرنا۔ لاہور کے مخطوطے میں ستیزگی

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
٣٧	سطر ١٣	**ایام التشریق** - روز نحر کے بعد کے تین دن - یعنی مکہ معظمہ میں قربانی کی رسم کے بعد کے تین دن -
٣٧	٢٥	**اُثوم** - گنہگار - (اِثمُ = گناہ)
٣٨	٢٦	**شطح** - شریعت کے خلاف کلمات زبان پر لانا - واصلین الٰہی کا بے اختیاری کی حالت میں کوئی کلمہ زبان پر لانا جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہو - جیسے شیخ منصورؒ کا انا الحق کہنا
"	٢٧	**طامات و ترّہات** - لاف و گزاف آمیز باطل باتیں کہنا - ڈینگ مارنا
"	٢٨	**مستحیلات** - ناممکن باتیں -
"	٢٩	**عنّین** - نامرد
٣٩	٣٠	**توبۂ نصوح** - ایسی توبہ جو پھر کبھی راہِ راست سے ہٹ نہ جانے - مجازاً عزم بالجزم - نصوح ایک شخص کا نام ہے جو عورتوں کے لباس میں رہتا تھا - ایک حادثہ سے توبہ کی - امام صاحب نے اس کی کہانی اُحیاء العلوم میں دی ہے -
٣٩	سطر ٥	**اُسَر** - جمع اِسارہ - بیڑیاں -
٤١	٣٤	**و اما من ...... المأویٰ** - یہ آیت سورۂ نازعٰت رکوع ٢ - آیت نمبر ٤٠ - ٤١ ہے قرآن مجید (محمد علی ص ١١٥٨) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات بد سے بچنا ہی بہشت میں جانے کا خاص ذریعہ ہے -
٤٢	٣٥	**بوتۂ مجاہدہ** - (بوتہ = سونا یا چاندی گلانے کی کٹھالی + مجاہدہ = رنج و مشقت - سعی و کوشش - یعنی ریاضت و محنت جو سالک کو اخلاق

This do — 1st duty.—The bond between you and the Almighty should be the same as between your slave and your own self You should behave with your God as your servant behaves with you. In fact you are the real slave of God, while, in the true sense of the term, your servant is only a nominal slave, because he is purchased by you.

2nd Duty.—Do unto others as you would that they should do unto you.

3rd duty.—You can never drink deep at the spring of knowledge for your life is short and you cannot guess which is the last day of your stay So learn and assimilate that knowledge only which will bring salvation and emancipation in both the worlds God does not look to your faces, nor to your apparent actions, but to the inmost recesses of your hearts and your motives and your intentions.

Do not hoard wealth Provide your family with articles of sustenance sufficient only for one year The holy Prophet has given the concession only for the weak, but for the persons of firm faith this even was not granted.

Aryabhushan Press, Poona 4.

نمبر صفحہ فارسی متن	نمبر شمار لفظ یا فقرہ	
		لکھا ہے۔
۴۹	۶۵	غور۔ گہرائی۔ تہاہ۔ عمق۔
۴۹	۶۶	مسترشد۔ ہدایت طلب کرنے والا۔ سیدھی راہ کا خواہاں
۵۰	۶۸	تعنت۔ عیب جوئی۔ بدگوئی۔ طعنہ۔
۵۰	سطر ۱۹	منکر و نکیر۔ وہ دو فرشتے جو قبر میں آکر مردے سے یہ تین سوال کرتے ہیں:— (۱) تیرا رب کون ہے (۲) تیرا دین کیا ہے ؟ تیرا نبی کون ہے؟۔ اگر وہ ان سوالوں کے جواب باصواب دے پائے تو اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے ورنہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔
۵۲	۷۰	فضّالی۔ خوشامد کرنا۔ دوسروں کی برائی کرنا۔
۵۲	۷۳	مداہنہ۔ سستی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ خوشامد۔

Hypocrisy :—Hypocrisy arises out of the consideration and regards for the greatness of the created beings and not of the Almighty Lord. The Creator has always been dominant over the created beings. One should take the created beings as mere inanimate objects having no initiative, or motive force in themselves

Whatever you know act upon it so that you may know the unknown, and go ahead

Henceforth do not ask me the solution of any difficulty but communicate it to me through your soul (i e, through telepathy) I will myself tell you what you need and that is enough But go onward and onward patiently, and patience will bear its fruits in the end Try to proceed and you will yourself know that your stumbling block is already removed before you have reached it. Effort and endeavour have many mysterious and wonderful powers concealed in their bosoms

If you have the power to sacrifice your soul, put your best foot forward, and proceed further ; otherwise never dream of entering our charmed circle (of love, sacrifice and service) I tell you eight things :—four prohibitions and four commandments.

Don'ts :—Never engage in debates and discussions with any and every person, for it involves more loss and less gain Moreover this is the source of all evil qualities like envy, hatred, malice and enmity If truth must be told the intention of discussion must be impartial, and even then the discussion may be carried out in privacy. For learned men even can not cure the diseases which have grown chronic, especially when they concern the wisdom

Disease of ignorance :—There are four types of men who suffer from ignorance, and only one of them is curable while the rest are doomed.

The first sick man is an envious man who questions you with a malicious heart, becomes angry even at the satisfactory and pleasing answer which you give him, as he considers you to be his foe. Leave him to himself and have nothing to do with him An envious man sets fire to his own abode and adds fuel to that fire.

The second sick man is an arrogant man whose disease is incurable Christ could revive a dead man but could not cure the disease of arrogance. A man of this nature has but a superficial knowledge of a few sciences, but gives himself airs of being a highly learned man and consequently engages himself in controversy with those who have spent their whole lives in the acquisition of knowledge and search for truth.

The third sickman is desirous of the right path, but is too dull and narrow-minded to understand the mysteries. It is not your duty to tell these incomprehensible things to such a man, for such is the order of the sacred Qur'an.

The fourth sickman is the man, who is learned, wise and sagacious, and has the desire for right guidance and is devoid of anger, passion and lust. Such a person is fit for being cured and he alone is curable

2nd prohibition :—Keep yourself aloof from preaching and delivering sermons. For, it is your duty to tell what you have experienced and practised Precept without example falls flat on the ears of the hearers. It at all you get entangled in this calamity do not hesitate in speaking out the truth. Speak nothing but the truth

"*Ta kir*" means engaging oneself in describing the blessings of Paradise and the dangers and tortures of Hell. The attention of the men is invited to these warnings

Preaching is defined as the art of eloquence which awakens the hearts of the people who seek the Divine Grace and express their sorrows and regrets, in order to take the vow of penitence for their past actions The preacher is just like the man who at the time of an imminent and threatening flood, calls out to his sleeping sons and relatives to arise and to escape from the impending whirlpool of destruction He does this in simple words. Your motive should not be to create a scene and sensation in the meeting, but to guide those who have gone astray Watch their hearts and inclinations, try to produce a change in their present situation and thus cure them of their diseases This done, you have achieved your goal Any preacher who acts otherwise is a demon, who is sure to throw you into the ditch and you must be cautious about such a person

The third thing which you should not do is to salute the kings and to remain in their company. For he who once loses his way in the meshes and labyrinth of flattery and hypocrisy has no hope of coming out of that. To flatter a tyrant and praise him is to hasten the Divine wrath on one's own head.

The fourth prohibition is not to accept presents and gifts from kings, for this makes a man obliged and grateful to them and naturally creates love for them in the heart. Some persons are of the following opinion :—

If you accept it, you must spend it in such-wise as to atone for the sin of acceptance. Give it in charity to the poor and the needy.

So I took to abstinence. "For with God, he is the most exalted, who is abstinent"

5th : I found that every man found fault with others ; it was the outcome of envy. I deliberated on this text in the Qur'ān, "We have divided their breads amongst them" (A maxim in favour of Pre-destination). I thought that every one's bread is one's fixed lot, which none can snatch, or increase. Contentment became a continual feast to me.

6th : I saw enmity amongst mankind. Actuated by *individual desire*, every one became the bitter foe of him who came in the way of his success. There was the text of Qur'ān to my help —"Verily Satan alone is thy enemy Keep him thy foe." Thus I obeyed not the commands of Satan but those of God. Right Royal Road ! Obedience to His commandments is the only goal in life

7th · I found men toiling hard for their livelihood in this day-to-day world and fallen in the abyss of doubt and darkness. The text of the Qur'ān, "*None treads this earth, but he whose livelihood is dependent upon Him*" gave me light

Mutual confidence is a reality on this earth Some had faith in gold and silver, some in immovable property, the rest in their fellow-brethern. I thought upon this text of Qur'ān :—"*The person who has confidence in the Almighty, is satisfied with Him*".

Hātim finished his narrative here and Shaqiq said "O Hātim, this is in fact the summary of all the religious books "

These two stories fully bear out the truth of the fact that you need not acquire proficiency in many arts and sciences but to acquire that much only which is quite indispensable

The fifth essential for the spiritual pilgrim is a spiritual guide, whose duty it is to give lessons in good moral qualities and to purify the soul of his disciple. For God sent the holy Prophet for that very purpose of right guidance. It is extremely necessary for a disciple to sit at the feet of a spiritual guide. Now the difficulty is whom to adopt as the cicerone of your spiritual path A few suggestions about it will be quite sufficient for the discrimination and selection.

The Essential characteristics of a Spiritual Guide. That man who has turned away his face from this world and its weal and woe, who has acted in strict accordance with the commands of the holy Prophet about his prayers, fasts, about his inner nature and outward behaviour, is worthy of being a spiritual guide He ought to have received his light from the prophet Muhammad and should be possessed of all good moral qualities, and should be free from the imperfections

to which the human nature is subject, *e. g.*, pride, envy, revenge etc. It is very difficult to come across such a man, and blessed is he who gets a spiritual guide who possesses these rare qualities

The rules for the reverence and glorification of the spiritual guide are as follows :—

The Duties of a Disciple

"You should not engage yourself in a controversy with him on a point in which he is probably in the wrong. You should not spread your praying-carpet in his presence, and his orders should be obeyed implicitly. This is reverence shown from without Then the reverence from within consists in never denying even in the heart what you hear from the guide and in putting full faith in his words.

" If you have a guide and his sincerity tried,

Fasten him to thy heart with hooks of steel" *

The sixth essential for the pilgrim is to control his or her carnal soul, and to achieve this he or she must avoid bad companions.

Last but not the least essential for the pilgrim is to give preference to voluntary poverty and contentment over richness and covetousness. To become a *durrish* (*dur*=pearl, but *dur*=door) in the right sense of the term, should be his motto.

Sufi-ism.—Sufi-ism consists in two things : The first in remaining true to God, and, the second, in behaving well with your fellow-beings.

One who observes these two rules is a *Sufi*. To remain faithful to God is to sacrifice our physical yearnings at His Command

Devotion.—Devotion is composed of three different parts —

(i) strict obedience to the Religious Law.

(ii) to remain contented with the Divine Decree.

(iii) complete surrender i. e to give up all initiative on one's own part and consider the Divine will as the supreme guiding power

Resignation.—Resignation to the will of God consists in having firm faith in the share allotted to you by Him. None can make or mar your lot No power on earth can ward off the calamity which is to fall upon your head, or can augment your happiness.

Sincerity.—Sincerity consists in being actuated with the single desire of doing actions of God for God and not to turn our attention towards the people of the world.

---

* With apologies to Shakespeare.

entirely through faith, but still there will be obstacles in the way of his purification and realisation, and on reaching the Paradise he will find himself a pauper.

The story of the Sincerity of a devotee of the Israelites is given here. Because he said : " I worship God for no rewards, but as my duty ", he thus became worthy of the Divine Grace. The Prophet commands us to investigate into our actions before they are investigated (in the next world).

' That man is pitiable ', says Hadrat Ali, ' who dreams of going into Paradise without any effort '

Imām Ghazzālī exhorts his pupil to act according to the religious law, and to perform all the five prayers , for, according to the Prophet, God loves three sounds :—" First, the sound of the morning cock , second, the sound of that man who reads Qur'ān , and third, the sound of him who prays for His forgiveness "

Then follows the story of Luqmān who advised his son " Beware, lest the crow may grow wiser than thee, for while he speaks thou slumberest "

DEVOTION AND WORSHIP.

The sum and substance of the Counsels is this that you should know what is true devotion and worship. Remember, it consists in strict obedience to the commandments and prohibitions of the Holy Prophet

Thus worship means obedience to the commands of the religious law and not mere prayer and fasting. To act against the religious law is to go astray

Some of the questions which you have put to me are entirely dependent upon one's own experience and realisation of them. They are quite ineffable, inexpressible and inexplicable in any other way.

To guide you in your way I give you some hints here.

THE ESSENTIALS OF A PILGRIM

You had asked me what are the essentials of a spiritual pilgrim while on his way to the God-head

The first essential is a Sincere and pure Belief.

The second is an unflinching vow of penitence.

The third is to please one's own enemy.

The fourth is to acquire the knowledge of religious law to such an extent which helps you in obeying the Divine Orders.

This has been illustrated by a story of Shaikh Shibli, the great Sūfi He had once remarked that he read four hundred traditions by sitting at the feet of four hundred spiritual masters. He selected only *one* of them : "This life of yours is transitory, so do little for *this*, but your life in the next world is eternal, so work incessantly for *that*" You need not know many things, for knowledge is not a necessary duty

Second Story -Hātim was the disciple of Shaqiq of Balkh. Shaqiq once asked him, "O Hātim, it is long since that you are my student Let me know what you have acquired ? " Hātim replied, " Only eight maxims, my lord. " Shaqiq was sorry and surprised to hear this.

Hātim, on beholding the sorrowful state of his master, said "Don't be grieved, my lord These eight maxims are quite sufficient for my emancipation from the clutches of these two worlds." Shaqiq asked, "What are those ? "

Hātim said in reply :—

1st :—When I saw the world around me I saw every human being with some thing as his or her beloved for which he or she was yearning. But none of the beloved things ever followed the lover to his or her grave Thus I saw that " Good actions alone are covetable ; for they alone lighten our pathways to the grave and remain our companions all along the journey to the Paradise, "upto the gallows' foot and after."

2nd Now my second maxim is to purge myself of the physical temptations The demands of the carnal-soul, if not curbed and controlled, tyrannise us I fought a strenuous battle against my carnal-soul, brought it under sway, and made it subservient to the Divine will

3rd : I saw the people of the world elated at trifles. I pondered on this text of the Qur'ān :—"Whatever thou possessest it is mortal, it will be exhausted. But what-so-ever is with God is eternal and ever-lasting".

Therefore, all my worldly acquisitions I sacrificed for the glory of my Glorious Lord.

4th : There was one group which prided in being the member of high families or was proud of the abundance of its family tribe or race.

There was another which thought of human glory in war and slaughter. A third there was which spoke highly of extravagance.

It is useful both for the masses and the classes, as he never propounded one doctrine for the masses and one for himself and the classes. And all these counsels he gives to one who had already completed his studies under his (Ghazzali's) guidance. So those of the learned persons who are life-long students, and especially the *Upadeshaks* and the *Mawlavis*, will find a guiding star in Ghazzali's *Nasihat Nama* which will lead them safe avoiding the Scylla of scepticism and the Charybdis of fanaticism, unto the haven of broad outlook on life and charity.

Conclusion.

The internal evidence, the Quranic texts, the style, the allegories, etc go a great way to prove that the book was written by Ghazzali himself who has stored the essence of his philosophy here, and so a precious gem has been discovered to adorn the chests of the votaries as well as the temples of the Muse of Persian literature.

Fergusson College, Poona
the 18th July, 1928.

B. D. VERMA (Saksena).

A Summary
of
'the Counsels of Imam-Ghazzali.'

A student of Imām Ghazzāli, after his acquisition of knowledge for many years, became suspicious of its utility and wrote to him for some counsels which may relieve him of his suspense of mind

Imām Ghazzali wrote to him, saying, " Each and every piece of advice can be acquired from the prophet Muhammad's tradition and you have studied it And if you know it not, then what have you studied ?" O Son, of all his counsels the first is this :—

" *God turns His face away from His devotee whensoever the latter is engaged in doing things which are forbidden.*"

Preaching is easier than practice.

Knowledge alone can never lead us to salvation. The Prophet has said " The greatest calamity will befall that learned man who has not availed himself of his learning."

Never be sluggish and indifferent to the performance of good deeds conducive to spiritual progress. Knowledge alone helps you not Suppose a man goes to a forest with strong arms and weapons, and when a lion comes out roaring he does not use his swords and weapons. Then what is the use of those swords ? Similarly a man knowing thousands of problems of moral philosophy and acting upon none of them has merely wasted his time and energy. Suppose there is a sick man who knows that such and such a medicine will cure him and still does not consult a physician nor take medicine to cure himself of his malady, then what is the use of his knowledge ? Similarly if you go on learning for thousand and one years, unless and until you act upon what you acquire, all knowledge is quite useless.

True faith (Imān), one of the five pillars of Islam, is defined as :— " What we speak out should come from our heart and our limbs should act upon it." I do not mean that a devotee is taken up to Paradise, entirely as a recompensation of his actions and not through God's mercy. But so long as a devotee does not show himself worthy of God's grace through his actions i. e. devotion and prayer, the Divine Grace is not sent to him. A man may reach heaven

treated in full in that store-house of Religious Sciences. ‡ This method Ghazzali has followed in his other books also which were written after his master-piece.

2. The conspicuous trait of Ghazzali's mind is his turn for allegory and we find that trait predominant herein too In his *Ihya-ul-'Uum* he writes, when he makes a reference to the constant use of the phrase 'ma'āz-allāh', God defend me. "Those who utter them are like a man who should meet a lion in a desert, while there is a fort at no great distance, and, when he sees the evil beast, should stand exclaiming 'I take refuge in that fortress!' without moving a step towards it. What will such an ejaculation profit him?"

In this *Nasihat Nama* also, when Ghazzali admonishes his pupil to practise what he learns, otherwise all his learning will be of no avail to him, he uses two such allegories. "Suppose a man has ten swords and a lion attacks him in a forest, then unless he uses these swords he cannot ward off the attacks of that lion". "In the same way," he goes on writing, "suppose a man is suffering from some disease and knows a medicine that will cure him, but unless he takes that medicine, how can he get cured? All that knowledge will do him no good unless he brings it into practice."

3 There is a verse which occurs in this Manuscript as well as in the *Kimyā-e-Sa'ādat*, an acknowledged book of Ghazzali.

4. The subjects treated in this MS. are those which were uppermost in the mind of Ghazzali and in which he was always absorbed He gives a comprehensive and beautiful definition of "Tasawwuf" because it was devotional Sufism which he installed instead of the frowning Philosophy, with great eclat.* Moreover this definition is very much akin to that given by him in his "*Ihya-ul-'Ulum*" †

He gives some pieces of advice to a preacher and we find that all of them are based on his personal experiences. He warns a preacher that he should not hanker after name and fame and this

---

‡ Shaykh Abu Mohammed Kazarooni used to say "If all the Religious Sciences were effaced off the world, I will revive them through the help of *Ihya-ul-'Ulum*".

* Dr T J de Boer, in his '*History of Philosophy in Islam*,' says "Ever since his time, mysticism both sustains and crowns the Temple of Learning in Orthodox Islam".

† "*al-Ghazzali*" by M. Shibli.

refers to what he says in his " *Confessions* " :—"One of my besetting weaknesses has been the craving for applause ". In his " *Ihya-ul-'Ulum* " he describes the dangers of the love of fame and its remedies in detail. The seekers of vain-glory are classed by him as the Egotists whose God is Self.*

When writing on " discussions " he says in this MS., " When you see that you are right and yet the other party goes on showing impudence, then you should withdraw, in order to avoid a quarrel ". This reminds one of the event when Ghazzali in the court of Sultan Mohammed gave a retort to Asa'ad Mehneh, " You cannot understand my points and so you call my words wrong, but as you are a venerable old man, though insolent, I would not discuss this with you any more" ‡

5. The French Orientalist, Renan, calls Ghazzali "the most original mind among Arabian philosophers," and in this manuscript we come across some original thoughts about ethical subjects and he is seen at his best here

6. It is in Persian, interspersed with Arabic recondite words, Arabic construction of sentences and Arabic quotations from the Qoran and the Hadith, ingeniously applied, which is his style in most of his books written in Persian.

The Subjects treated.

Some of the subjects are : How is the real Knowledge acquired? Its proper use ; Æsop's will; Hatam's mottoes; the Duties of a Pilgrim to the Temple of Divine Knowledge, illustrated by stories and morals; the distinctive qualities of a *Pir*, and how to revere him ; the Definitions of Resignation, Sincerity and Mysticism (*Tasawwuf*), the Diseases of Ignorance and Jealousy, and how they can be cured, a Word to the Preachers ; "Do-s" and "Don'ts" for a Pilgrim

Chief Feature of the Book.

Herein Ghazzali teaches tolerance and self-sacrifice, and lays great stress on the golden rule of "Live and let live," through the instrumentality of the Quranic texts and the tradition.

---

* *Mishkat-ul-Anwar* by Ghazzali.

‡ Daulat Shah's *Tazkira*, tabqa II.

The Eastern savants call Ghazzali an inspired writer, and the learned Suyūti went so far as to exclaim, "Could there be another Prophet after Muhammad, surely it would have been al-Ghazzali!".

The manuscript (Size 9 × 5; 6½ × 3) is in the library of Shrimant Balasaheb Pant Pratinidhi, B. A., Chief of Aundh, who bought it at Bijapur which was a seat of great learning and culture under the 'Adil Shahi dynasty and which attracted many learned men from distant parts of Persia This manuscript was discovered by the learned Principal Dr Balkrishna, M. A., Ph. D, who kindly called my attention to it and whose sympathetic guidance encouraged me much.

It is a unique book as there have been discovered so far only two manuscripts. No other Indian or foreign library possesses a MS of this book as far as my enquiries have proved upto this day. One manuscript was discovered, as I have just stated, by Dr. Balkrishna at Aundh (Deccan), while the other was discovered by me at the University Library, Lahore (Punjab).

Leaving aside secondary variants I have taken up parts which may be thought sufficient for all purposes: the two manuscripts have complemented and supplemented each other, hence the book has been a complete one.

It was written in reply to a series of questions propounded by a disciple on the most important problem of "What is real education?" In Persian literature another famous book *Gulshan-i-Raz*, "the Rose-garden of Mystery", also was written by Shabistery under the same circumstances, but that book is in poetry. These great geniuses gave out perfumes when they were, so to say, pressed, as is the case with some flowers.

It will occupy a high place in the ethical literature of Persia as it is more convincing and suggestive than any other "Book of Counsels." Ghazzali has solved and explained the religio-philosophical problems in this book in the plainest and most intelligible style which was the mission of his life and for which he lived and died In this book Ghazzali has given the sum and substance of his philosophy, the essence of his philosophy. He meant it to be the *vade mecum* of every seeker of Truth and every pilgrim to the Shrine of Self-realisation.

Date of the MS.

It is impossible to fix the date of this manuscript. The only ground on which we can base our conclusions is that it has references to his *Magnum Opus*, the *Ihya-ul-'Ulum* in three places. Moreover there are references to his three vows which he took at Khalil in 499 A. H., and so it falls among his latest works which were written by him in Tus, in the last years of his life

Its Authenticity.

1. Brockelmann has enumerated some seventy works of Imam Ghazzali and Mawlana Shibli No'amani, in his scholarly work, "*al-Ghazzali*," has given the names of 78 books, but no '*Nasihat Nama*' has been mentioned in the lists. There are some books in the form of Counsels, *viz.* '*Nasiha'-ul-Muluk*' and '*Badayat-ul-Hidayat*, but there is no '*Nasihat Nama*.'

It is quite possible that it may have got some other name. It is also possible that this may be a discovery, as the internal evidence proves it to be a work of Imam Ghazzali. It is said that he was a very prolific writer and the daily average of his writings amounted to 16 pages.* Some day a list of questions might have been brought by some one of his numerous students, as he had 150 students at his native place Tus,‡ and 300 at the Nidhamiyya College†.

2. One manuscript comes from Bijapur, the capital of the Adil Shahi dynasty in the South India and the other hails from the oldest home of the Persian learning, Lahore, in the North India, and was copied in the year 1866 A. D., *i. e.* sixty-two years ago. As they differ very little, though coming from very distant places, we can safely conclude that they are authentic and unimpeachable.

Internal Evidence of Authorship.

1. Ghazzali refers to his *Ihya-ul-'Ulum* in three places for the further elucidation of some abstruse points which have been actually

* "*al-Ghazzali*" by M. Shibli, Ed. 1915, page 37.

‡ Cf. Ghazzali's long letter to Sadru'ddin, the Prime Minister of Sanjar, in reply to his invitation.

† "*al-Munqidh Minaz-Zalal*," chapter about his '*Ahūsool ul-Falsafat*.'

" Nasihat Nama of Imam Ghazzali ".

INTRODUCTION.

—:o:—
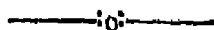
No time would have been more opportune for inviting the attention of the public to this rare manuscript than the present one when the country is torn with communal strifes and when a brother does not hesitate to cut the throat of another brother, even though he knows very well that he cannot do without the help of the other at every turn of his life.

This manuscript consists of the counsels of a philosopher who was adored in his own days, is admired in ours and will guide the feet and the fates of the future generations. Imam Ghazzali, born at Tus in A. H 450 (= A D 1058-59) or A. H 451 (= A. D. 1059-60) and died in A. H. 505 (= A D. 1111)* or in A. H. 504 ‡, was the wielder of the most powerful pen, and the Eastern as well as the Western critics agree that he possessed a versatile genius and a sympathetic heart. Mr Macdonald in his " *Muslim Theology*" affirms, " In the renaissance of Islam which is now rising to view his time will come and the new life will proceed from a renewed study of his works ". There is a proverb in Persian that 'a sage is appreciated by a sage only', and so the following sentences of Dr August Tholuck, a great theologian himself, speak volumes about Ghazzali : "All that is good, noble and sublime that his great soul had compassed he bestowed upon Muhammadanism, and he adorned the doctrines of the Quran with so much piety and learning that, in the form given them by him, they seem, in my opinion, worthy the assent of Christians. Whatsoever was most excellent in the philosophy of Aristotle or in the Sufic mysticism he discreetly adapted to the Muhammedan theology, from every school he sought the means of shedding light and honour upon religion, while his sincere piety and lofty conscientiousness imparted to all his writings a sacred majesty ".

---

* Browne's *Literary History of Persia*, Vol. II, P. 294.

‡ *Gulistan-i-Masarrat*, a chronogram.

Dedicated
to
SHRIMANT BALASAHEB
PANT PRATINIDHI, B.A.
Raja of Aundh State,
A GREAT LOVER OF
ORIENTAL CULTURE
at
the Auspicious Occasion —
of
the Silver Jubilee,
for
his kind patronage.

PREFACE

This is a summary of the philosophy of Imām Ghazzāli and it needs no apology for its publication. Ghazzāli's '*Counsels*' are familiar to all students of Muslim Theology. Though they were written eight centuries ago, their freshness is perennial. They are full of practical wisdom, and those who seek for sweetness and light can find them in plenty in these philosophical utterances.

I am deeply indebted to Shrimant Bālā Sāheb Pant Pratinidhi, B. A., Rājā Sāheb of Aundh, for graciously permitting me to dedicate this ethical book to him and to publish it as one in "*the Pratinidhi Series*".

I express my high sense of gratitude and obligation to the University of Bombay for sanctioning a substantial amount from the publication grant towards the cost of printing this book.

I crave the indulgence of scholars for the difference in the style of writing as I could not get good calligraphers here in Poona.

I am much thankful to Mr. S. B. Sahasrabuddhe, B. A., proprietor, Balodyān Press, Poona, for the labour and technical skill he bestowed upon the printing of this book

Anand Bhawan,
Poona 4.

B. D VERMA.